ضوء السراج

فی تحقیق المعراج

(چراغ کی روشنی)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

مقدمہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۰ اما بعد!

اس پرفتن اور پرآشوب دور میں خداتعالیٰ اور برگزیدہ رسول، مذہب اسلام اور دین قویم عقائد حقہ اور اعمال صالحہ سے جو استہزاء اور تمسخر کیا جاتا ہے اس کی نظیر سابق زمانہ میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ہرگز دستیاب نہیں ہوسکتی۔ خداتعالیٰ اور اس کے رسول برحق، شریعت اور روحانیت کے خلاف ایسا منظم اور مکروہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے۔ جس کی مثال قرون سابقہ میں ناپید ہے اور پروپیگنڈا ہی اس دور میں ایک ایسی خطرناک اور خاموش آگ ہے جو اندر ہی اندر سلگ کر تمام متاع دین ودانش اور اثاثۂ مذہب وروحانیت کو آن کی آن میں راکھ کا ڈھیر بنادیتی ہے اور سطح سے اوپر اس کے مسموم دھوئیں کا مدھم سا نشان بھی بسا اوقات محسوس نہیں کیا جاسکتا۔

یہ وہ دھیمی پرسکون منظم مگر مکروہ اور قبیح سازش ہے جس کی بدولت آہستہ آہستہ تدریجاً تدریجاً بلا روک ٹوک اور غیرمحسوس طریقہ پر اشیاء کے حسن وقبح اور ان کی خوبی اور خرابی کی حقیقت اور نوعیت اور دیکھنے والوں کے نگاہوں کے زاویئے یک لخت اور یکسر بدل جاتے ہیں اور اس کے بعد ایک ملحد اور زندیق ایک منافق اور دھریہ جس قدر چاہتا ہے، جس طرح چاہتا ہے، جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے تسلیم کرالیتا ہے اور برائے نام عقلی اور نقلی دلائل کی آڑ لے کر عقائد واعمال، مذاہب ومسالک کو بزعم خود خس وخاشاک کی طرح بہا کر ان کو بالکل ناپید یا اپنی نارسا عقل کے تابع کرنے کی بے جا اور ناکام کوشش اور کاوش کرتا ہے۔ مگر رضائے الٰہی اور قدرت خداوندی کے سامنے اس کی ناپاک سعی خود ملیامیٹ ہوکر رہ جاتی ہے۔ کیونکہ:

''واللہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون '' غور اور فکر کرنے والی قومیں بلکہ اشخاص وافراد بھی جب کسی غلطی میں مبتلا ہوکر غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں تو ان کی غلطی کے اصولاً صرف دو ہی سبب قرار دیئے جاسکتے ہیں اور عقلاً ہیں بھی صرف یہی دو سبب۔

اوّل...... یہ کہ کسی عقیدہ اور عمل کے سمجھنے میں غلطی اور خطا واقعی ہوتی ہے اور اس غلط

اور باطل نظریہ کو صحیح اور حق سمجھ کر دیانۃً ثلج صدر کے ساتھ اس کو اپنا لیا جاتا ہے اور اس کو صحیح اور درست ثابت کرنے کے لئے عقلی اور نقلی دلائل اور براہین کی تلاش وجستجو کی جاتی ہے اور تسکین خاطر یا مغالطہ آفرینی کے لئے برائے نام کچھ دلائل پیش کئے جاتے اور کچھ کشید کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ عادۃً عقل انسانی کسی دعویٰ پر بدوں دلیل و برہان مطمئن نہیں ہوتی۔

دوم...... سبب یہ ہے کہ کسی خاص غرض اور مصلحت کے پیش نظر کسی صحیح چیز کو غلط رنگ میں ڈھالنے کی بیحد جدوجہد کی جاتی ہے اور اس کو رائج کرنے کے لئے خوب زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔

نظر بظاہر اس دوسری شق کے پیش نظر مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے نصوص قطعیہ، احادیث متواترہ اور امت مسلمہ کے اس اتفاقی اور اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے کہ امام الانبیاء وسید الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کو اپنے جسم عنصری کے ساتھ حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ہو۔ (اور یہی عقیدہ زمانہ حال کے منکرین حدیث کے پیشرو جناب چوہدری غلام احمد پرویز کا ہے جیسا کہ بیان ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز!)

اور معراج جسمانی کا انکار مرزا قادیانی نے صرف اس لئے کیا ہے کہ اس نظریہ کو صحیح قرار دینے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء اور پھر آسمان سے نزول خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء اور پھر نزول ثابت ہو جائے تو مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیحیت خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے مسیح موعود ہونے کا باطل دعویٰ ہی اس امر پر مبنی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ احادیث جو ان کی آمد اور نزول کا ثبوت مہیا کرتی ہیں۔ ان سے ان کے زعم فاسد کے رو سے مثیل مسیح مراد ہے جو بقول مرزا قادیانی وہ خود مرزا قادیانی ہی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

یہی وجہ ہے کہ جب تک مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا تو وہ حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفع الی السماء اور پھر نزول کے قائل تھے اور اسی طرح وہ صریح الفاظ میں معراج جسمانی کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ اگر وہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہ کرتے تو ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے کے انکار کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی اور پھر وہ آنحضرت ﷺ کی معراج کا انکار اور تاویل بھی نہ کرتے اور نہ ان کو اس کی ضرورت ہی پیش آتی۔

لیکن چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے جانا اور قرب قیامت نازل ہونا (جیسا کہ ظاہر قرآن اور متواتر[۱] درجہ کی حدیثوں سے ثابت ہے) مرزا قادیانی کے دعویٰ کے ابطال پر کافی اثر انداز ثابت ہوتا تھا۔ اس لئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ہی سے صاف انکار کر دیا اور پھر جب کہ آنحضرت ﷺ کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے جانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع پر قوی استدلال اور امکان ثابت ہوتا ہے۔ تو اس لئے مرزا قادیانی نے راستہ کے اس روڑے کو بھی ہٹا دیا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ العیاذ باللہ!

مرزا قادیانی وغیرہ نے آنحضرت ﷺ کی معراج جسمانی کے انکار پر کبھی تو نقلی دلائل کی آڑ لی ہے کہ لفظ رؤیا سے خواب مراد ہے اور حضرت عائشہؓ، حضرت امیر معاویہؓ، امام حسن بصریؒ، شیخ ابن عربیؒ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ وغیرہ کے نزدیک بھی معراج جسمانی نہ تھی۔ بلکہ ایک روحانی اور کشفی امر تھا اور کبھی نئے اور پرانے فلسفہ کی آڑ لے کر عقلی دلائل پیش کرنے کی ناکام سعی کی ہے اور کبھی روایات کے جزوی اختلافات سے اپنی گاڑی چلانے کی بے جا

---

[۱] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع الی السماء اور نزول پر ہم ایک مستقل رسالہ ترتیب دے رہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز پوری تشریح تو وہاں ہی ہوگی۔ مگر تین حوالے یہاں عرض کئے دیتے ہیں۔ تاکہ مسئلہ قدرے مبرہن ہو جائے۔ علامہ ابوحیان الاندلسیؒ التوفی امام ابن عطیہؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ: ’’واجمعت الامة علیٰ ما تضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسیٰ علیه السلام فی السماء حی وانه ینزل فی آخر الزمان (تفسیر بحر محیط ج۲ ص۲۷۳)‘‘ ﴿امت کا متواتر احادیث کے پیش نظر اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔﴾

اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ: ’’ویجئی فی آخر الزمان لتواتر خبر النزول (مجمع البحار ج۱ ص۲۸۶)‘‘ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آئیں گے۔ کیونکہ ان کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔﴾

اور امام سیوطیؒ التوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں کہ: ’’اما نفی نزول عیسیٰ علیه السلام اونفی النبوة عنه کلاهما کفر (الحاوی للفتاویٰ ج۱ ص۱۶۶)‘‘ ﴿بہر حال ان کے نزول اور نبوت کی نفی دونوں کفر ہیں۔﴾

کوشش کی ہے اور کبھی طشت طلائی وغیرہ کی تلاش میں سرگرداں رہے ہیں۔ الغرض مرزا قادیانی کی ان کج بحثیوں اور موشگافیوں کو دیکھ کر تعجب سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ۔

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے

انشاء اللہ العزیز! ہم اس کتابچہ میں ان تمام پیش کردہ اصولی نقلی اور عقلی دلائل کو بے نقاب کر کے عامۃ المسلمین کو آگاہ کریں گے کہ مرزا قادیانی اور ان کے امتیوں کے دوسرے مسائل کی طرح مسئلہ معراج جسمانی کے انکار پر جو دلائل پیش ہوتے ہیں وہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ ان کو بجائے دلائل کے تحریف سے یاد کرنا زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔ بعض پڑھے لکھے حضرات کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ اگر مرزا قادیانی اپنے جملہ دعاوی میں سچے نہیں تھے تو عقلاء کا ایک کافی طبقہ ان کا ساتھ کیوں دیتا ہے؟ لیکن یہ ایک ایسا کھلا ہوا مغالطہ ہے کہ اس کے رد کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اقوام کا ذکر فرما کر قوم عاد اور قوم ثمود کا خاص طور پر نام لے کر ارشاد فرمایا ہے کہ: ''وکانوا مستبصرین (عنکبوت:۳۸)'' ﴿وہ ہوشیار اور سمجھ دار تھے۔﴾

تو کیا کسی عقلمند کو یہ کہنا جائز ہے کہ اگر وہ قومیں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کے مقابلہ میں سچی نہ ہوتیں تو لوگ ان کا ساتھ کیوں دیتے؟ مگر حاشا وکلا کہ کسی مسلمان کے دل میں ان کی سچائی کا وہم بھی گذرتا ہو۔ وعلیٰ ہذا القیاس! فرعون، ہامان اور قارون وغیرہ جیسے بیشمار سمجھدار اور حکمران پہلے بھی گذر چکے ہیں اور آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جو سرے سے اسلام ہی کو سچا نہیں سمجھتے۔ تو کیا ان کا مذہب اسلام کے مقابلہ میں سچا ثابت ہوسکتا ہے؟ ان کا ساتھ دینا تو الگ بات ہے ہمارے پاس قرآن کریم موجود ہے۔ اس سے ہمیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت ہارون اور موسیٰ علیہم السلام کی موجودگی اور ان کی زندگی میں ان کے ظاہری عقیدت مندوں نے گوسالہ کی۔ ایک ہی آواز پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ بقول شخصے۔

عمر ہادید مذقوم دوں زموسیٰ معجزات
آں ہمہ شدگاہ خورد از بانگ یک گوسالۂ

لہٰذا مرزا قادیانی کی جماعت میں چند وکلاء کے داخل ہو جانے سے ان کے مذہب کی سچائی لازم نہیں آتی۔ سچائی تو دلائل اور براہین کے رو سے پیش کی جاسکتی ہے اور مرزا قادیانی اور ان کی امت تا قیامت کسی ایک مسئلہ پر بھی کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی۔ ''وانی لھم التناوش من مکان بعید'' لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ وہ فوراً یہ پڑھ سنائیں گے۔

یہ سب سوچ کر دل لگایا ہے ناصح
نئی بات کیا آپ فرما رہے ہیں

ہم اس مختصر سی کتاب میں حقیقت معجزہ، خارق عادت کا وقوع، معراج جسمانی کے دلائل اور مرزا قادیانی کی تحریرات پیش کر کے یہ ثابت کریں گے کہ جمہور اہل اسلام کا اتفاقی عقیدہ یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جسم عنصری کے ساتھ معراج کرائی گئی اور مرزا قادیانی نے غلطی سے جن کو اپنا ہمنوا سمجھ رکھا ہے ان کے اقوال پیش کر کے اس مسئلہ کی حقیقت واضح کر دی جائے گی اور انہوں نے نئے اور پرانے فلسفہ کی جو آڑلی ہے ہم عرض کریں گے کہ وہ فلسفہ حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور مسئلہ معراج جسمانی تک ہی کیوں محدود ہے اور دیگر خوارق عادات اس کی زد سے کیوں مستثنٰی ہیں؟ انشاء اللہ ہم مرزا قادیانی کے معراج جسمانی پر نقلی اعتراضات کے جوابات تو اس کتابچہ کے آخر میں عرض کریں گے۔ صرف عقلی سوال کا جواب یہاں عرض کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔'' (ازالہ اوہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

سائنس کی موجودہ ترقی اور عروج کے زمانہ میں جب کہ منوں کے حساب سے وزنی سیارے اور راکٹ فضاء میں گھومتے اور چاند تک پہنچ سکتے ہیں اور اب انسانوں کے جانے کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں تو مرزا قادیانی کی اس فرسودہ دلیل کو کون سنتا ہے؟ مگر اس کا جواب مرزا قادیانی خود دیتے ہیں کہ: ''اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔'' (ملفوظات احمدیہ ص ۴۵)

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: ''میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں پکے کافر سمجھتا ہوں اور چھپے ہوئے دھریہ خیال کرتا ہوں۔'' (چشمۂ معرفت ص ۲۶۹، خزائن ج ۲۳ ص ۲۸۱)

نہ معلوم مرزا قادیانی کو معراج جسمانی کے انکار پر قرآن اور حدیث کے مقابلہ میں کفر (یعنی نیا اور پرانا فلسفہ) پیش کرنے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی؟ اور نہ معلوم انہوں نے خدا کی قدرت کی حد و بست کیوں کی اور خدا کی قدرتوں کو عقل کے پیمانے سے کیوں ناپنے کی کوشش کی؟ مرزا قادیانی کی تحریرات آگے آئیں گی۔ نیز اس نئے اور پرانے فلسفہ نے بکرے اور مرد کا دودھ کیوں نہیں روکا؟ اور عورت کی کمر تک لمبی داڑھی وغیرہ (جن کا اقرار مرزا قادیانی کو ہے) کو کیوں نہیں روکا اور کیوں منع نہیں کیا؟

ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ

پہلا باب

اس باب میں آپ کے سامنے یہ بات بیان کی جائے گی کہ جناب سید الرسل امام الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جسم اطہر کے ساتھ معراج کرائی گئی۔ کیا اس میں آپ کا از خود کچھ دخل تھا؟ یا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو سیر کرائی تھی؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آسمان پر آپ کا تشریف لے جانا از خود تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت خاص کا کچھ دخل نہ تھا تو اس شق پر نئے اور پرانے فلسفہ کا اعتراض ہوسکتا ہے کہ خود بخود انسان اور بشر بلا کسی ظاہری سبب کے جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیسے پہنچ گیا؟ حالانکہ راستہ میں کرۂ زمہریر اور کرۂ نار وغیرہ واقع ہیں۔ پھر اس سرعت رفتاری سے کہ ایک ہی رات میں تمام آسمانوں اور جنت وغیرہ کی اور جہاں تک خدا تعالیٰ کو منظور تھا۔ سیر کر کے واپس تشریف لے آئے اور اگر دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہو جائے کہ معراج جسمانی وغیرہ دیگر معجزات جو پیغمبروں کے ہاتھ پر صادر ہوئے ہیں۔ ان میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں تھا۔ بلکہ معجزہ اور کرامت، اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو اپنے مخصوص اور بزرگ بندوں کے ہاتھ پر وہ ظاہر کر دیتا ہے تو قدرت خداوندی کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور نہ اس میں کسی مسلمان کو تأمل ہوسکتا ہے اور نہ ہونا چاہئے۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ معجزہ میں نبی کا دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں تاثیر پیدا کرنے والا صرف خدا تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔ دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر جب نبوت اور رسالت عطاء ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تصدیق رسالت کے لئے چند معجزات بھی ساتھ دیئے۔ ایک معجزہ ان کا عصا بھی تھا۔ چنانچہ اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ”وان الق عصاك فلما راٰها تهتز كانها جان ولّٰى مدبراً ولم يعقب (قصص)“ ﴿اور یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو پھن ہلاتے جیسا پتلا سانپ الٹا پھرا منہ موڑ کر اور نہ دیکھا پیچھے پھر کر۔﴾

پہلے لاٹھی پتلا سانپ بن جاتی اور بڑھتے بڑھتے اژدھا کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ”ثعبان مبين“ (بڑا اژدھا) آیا ہے۔ یا کوہ طور پر پتلا سانپ بنی تھی اور فرعون کے دربار میں اژدھا بنی تھی۔ کچھ بھی ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر معجزہ نبی کا اپنا فعل ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی خوف کے مارے نہ بھاگتے۔ کیونکہ اگر خود انہوں نے لاٹھی کا سانپ بنایا ہوتا تو اپنے فعل کی تاثیر اور اس کے نتیجہ سے خوب واقف ہوتے۔ لیکن وہ تو اس کو سانپ سمجھ کر بھاگ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ:"قال خذھا ولا تخف سنعیدھا سیرتھا الاولیٰ (طہ)" ﴿پکڑ لے اس کو اور مت ڈر۔ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی حالت پر۔﴾

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام صرف یہی تھا کہ اس اژدھا کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔اس کو پہلی حالت پر لاٹھی بنا دینا۔صرف خدا تعالیٰ کا کام تھا اور اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کچھ بھی دخل نہ تھا۔

ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ سے کسی مخصوص معجزہ کا مطالبہ کیا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعہ سے ان کو جواب ارشاد فرمایا کہ آپ ان کو یہ کہہ دیں۔"انما الآیات عند اللہ (انعام)" ﴿کہ نشانیاں (اور معجزات) تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔﴾

اس سے بھی معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کے بس میں نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ جب اور جس وقت اور جس طرح وہ چاہے نبی کے ہاتھ پر صادر فرمادے اور اسی طرح کرامت ولی کا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو ولی کے ہاتھ پر صادر کر دیتا ہے۔

راقم الحروف کی اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب بنام "راہ ہدایت" طبع ہو چکی ہے۔جس میں قرآن کریم،صحیح احادیث، کتب عقائد اور معتبر علماء کرامؒ کے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ معجزہ اور کرامت اللہ تعالیٰ کا خاص فعل ہوتا ہے۔ جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر صادر کیا جاتا ہے۔ ان کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم صرف چند عبارتیں اپنے دعویٰ کو مبرہن کرنے کے لئے یہاں لکھتے ہیں۔

۱...... حضرت ملا علیؒ قاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ ارقام فرماتے ہیں کہ:

"المعجزۃ من العجز الذی ھو ضدالقدرۃ وفی التحقیق المعجز فاعل العجز فی غیرہ وھو اللہ سبحانہ (مرقات ھامش مشکوٰۃ ج۲ ص ۵۲۰)" ﴿معجزہ عجز سے (مشتق) ہے۔جو قدرت کی ضد ہے اور تحقیقی بات صرف یہ ہے کہ معجزہ وہ ہے جو غیر کے اندر عجز کا فعل پیدا کرے اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مقدس ہے۔﴾

اس عبارت سے بھی بصراحت یہ بات ثابت ہوگئی کہ درحقیقت معجز (یعنی عجز کا فعل پیدا کرنے والا) صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔

۲...... اور علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض المالکیؒ المتوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں کہ:"اعلم ان معنی تسمیۃ ماجاء ت بہ الانبیاء معجزۃ ھو ان الخلق عجزوا عنہ فبعجزھم عنہ ھو فعل اللہ تعالیٰ دل علیٰ صدق نبیہ" ﴿جاننا چاہئے کہ

(خارق عادت) چیز انبیاء کرام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لئے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے ظاہر کرنے سے عاجز ہوتی ہے اور جب مخلوق اس سے عاجز ہوئی تو معلوم ہوا کہ معجزہ خالص خدا تعالیٰ کا فعل ہی ہوگا۔ جو نبی کی صداقت کی واضح دلیل ہے۔﴾

یہ عبارت بھی اپنے مدلول پر بالکل واضح ہے۔

۳...... امام الفلاسفہ والمناطقہ محمد بن محمد الغزالیؒ المتوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں کہ:

''ووجه دلالة المعجزة على صدق الرسل ان كل ماعجز عنه البشر لم يكن الافعلا لله تعالىٰ فمهما كان مقرونا يتحدى النبیﷺ ينزل منزله قوله صدقت (احياء العلوم ج١ ص٩٧)'' ﴿معجزہ انبیاء کرام کی صداقت پر بایں طور پر دلالت کرتا ہے کہ جب اس کے ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کا فعل ہوگا اور بس اور جب یہ نبی کی تحدی سے مقرون ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تصدیق کر دی کہ تو دعوائے رسالت میں سچا ہے۔﴾

۴...... امام عبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ الشیخ ابوطاہر القزوینیؒ المتوفی...... کی کتاب سراج العقول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:''اعلم ان البرهان القاطع علىٰ ثبوت نبوة الانبياء هو المعجزات وهى فعل يخلقه الله خارقا للعادة علىٰ يدمدعى النبوة معتر فابدعواه وذالك الفعل يقوم مقام قول الله عزوجل له انت رسولى تصديقا لما ادعاه (اليواقيت والجواهر ج١ ص١٥٨)'' ﴿جاننا چاہئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کے ثبوت پر واضح ترین دلیل صرف معجزات ہیں اور معجزہ وہ فعل ہے جس کو خرق عادت کے طور پر اللہ تعالیٰ مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس کے دعوائے نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے صادر فرمائے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کے اس قول کے قائم مقام ہے کہ تو اپنے دعوائے رسالت میں بالکل صادق ہے۔﴾

۵...... مشہور مورخ اسلام علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون المغربیؒ المتوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ:''ومن علاماتهم ايضاً وقوع الخوارق لهم شاهدة بصدقهم وهى افعال يعجز البشر عن مثلها فسميت بذلك معجزة وليست من جنس مقدور العباد وانما تقع فى غير محل قدرتهم وللناس فى كيفية وقوعها ودلالتها علىٰ تصديق الانبياء خلاف فالمتكلمون بناء على القول بالفاعل المختار قائلون بانها واقعة بقدرة الله لا بفعل النبى وان كانت افعال العباد عند

المعتزلة صادرة عنهم الا ان المعجزة لاتكون من جنس افعالهم وليس النبی فيها عند سائر المتكلمين الا التحدی بها باذن الله وهو ان يستدل بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل وقوعها علی صدقه فی مدعاه فاذا وقعت تنزلت منزلة القول الصريح من الله بانه صادق (مقدمه ص۹۳) ”﴿انبیاء کرام علیہم السلام کی علامات میں سے خوارق عادت وقوع بھی ہے جو ان کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں اور وہ ایسے افعال ہوتے ہیں جن سے انسان عاجز ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو معجزہ کہا جاتا ہے اور یہ افعال ان افعال کی جنس نہیں ہیں۔ جن پر بندوں کو قدرت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ افعال بندوں کے محل قدرت سے باہر ہوتے ہیں اور لوگوں کا معجزات کے وقوع اور ان کی تصدیق انبیاء پر دلالت کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ چونکہ فاعل مختار ایک ہی ہے۔ اس لئے یہ معجزات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں۔ نبی کے فعل سے نہیں واقع ہوتے۔ معتزلہ اگر چہ بندوں کے افعال کو خود ان سے صادر مانتے ہیں۔ مگر معجزات کے بارے میں معتزلہ بھی یہی کہتے ہیں کہ معجزات میں بندوں کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہوتا اور تمام متکلمین کے نزدیک نبی کا کام معجزہ میں صرف باذن اللہ تحدی کرنا ہے کہ وہ ان کے وقوع سے پہلے اپنے مدعا کے صدق پر اس سے استدلال کرتے ہیں اور جب معجزہ واقع ہو جاتا ہے تو گویا خدا کی طرف سے صریح قول صادر ہو جاتا ہے کہ نبی صادق ہے اور معجزہ گویا بمنزلہ قول صریح کے ہوتا ہے۔﴾

علامہ کی اس عبارت سے صاف طور پر یہ معاملہ حل ہو گیا ہے کہ معجزات ان افعال سے ہرگز نہیں ہیں۔ جن پر انسانوں کو قدرت حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ معجزات محل قدرت سے بالکل خارج ہوتے ہیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ متکلمین کے نزدیک معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ نبی کا فعل نہیں ہوتا۔ نبی کا کام اس میں صرف باذن اللہ تحدی ہوتی ہے اور بس اور یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت و رسالت کی عملی تصدیق ہوتی ہے۔ جو گویا اس قول خداوندی کے قائم مقام ہوتی ہے کہ واقعی یہ میرا رسول اور نبی ہے اور میں اس معجزہ کے فعل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

۶...... حافظ کمال الدین ابن ہمام الحنفیؒ المتوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں کہ: ”انها لما كانت مما يعجز عنه الخلق لم تكن الا فعلا لله سبحانه (المسائره ج۲ ص۸۹، مع المسامره) ”﴿معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ اس کے صادر کرنے سے مخلوق عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا۔﴾

۷...... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی الحنفیؒ المتوفی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''معجزه فعل نبی نیست بلکه فعل خدائے تعالیٰ است که بردست وے اظهار نموده بخلاف افعال دیگر که کسب این ازبنده است وخلق از خدا تعالیٰ ودرمعجزه کسب نیزاز بنده نیست (مدارج النبوة ج۲ ص۱۱۶)'' ﴿معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔جس کو نبی کے ہاتھ پر وہ ظاہر کرتا ہے۔بخلاف دیگر افعال کے کہ ان میں کسب بندہ کی طرف سے اور خلق خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔مگر معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔﴾

نیز حضرت شیخ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں کہ:''چه معجزه وکرامت فعل خدا است که ظاهر مے گردد بردست بنده بجهت تصدیق وتکریم وے نه فعل بنده است که صادر مے گردد بقصد واختیار اومثل سائر افعال (فتوح الغیب ص۲۷)'' ﴿کیونکہ معجزہ اور کرامت خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو بندہ کے ہاتھ پر اس کی تصدیق وتکریم کی غرض سے صادر ہوتا ہے۔معجزہ اور کرامت بندہ کا فعل نہیں ہے جو اس کے قصد واختیار سے صادر ہو جیسے کہ اس کے دوسرے افعال اختیاریہ ہیں جو اس کے قصد واختیار سے صادر ہوتے ہیں۔﴾

ایک چیز اور بھی قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ خلاف عادت چیز کو دیکھ کر یہ فیصلہ کرنا باطل ہے کہ جس کے ہاتھ پر یہ واقعہ صادر ہوا ہے۔وہ ولی ہے۔ورنہ (معاذ اللہ) دجال رئیس الاولیاء ہو جائے گا۔بلکہ اگر کسی کا عقیدہ صحیح ہو اور وہ متقی اور نیک ہو تو جو چیز اس کے ہاتھ پر صادر ہوگی۔اس کو کرامت اور جس کے ہاتھ پر صادر ہوئی ہے۔اس کو ولی کہیں گے ورنہ استدراج ہوگا۔جو کافروں اور بدکاروں کے ہاتھ پر بھی صادر ہو جاتا ہے۔یعنی خارق عادت چیز سے کسی کی ولایت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔بلکہ اس کی نیکی اور تقویٰ سے اس کے ہاتھ پر صادر ہونے والے فعل کو کرامت سے تعبیر کیا جائے گا اور ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ معجزہ نبی کا اپنا فعل نہیں ہوتا۔بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے تو اس قاعدہ کو ذہن نشین کر لینے کے بعد نہ آنحضرت ﷺ کے معراج جسمانی پر انکار ہوسکتا ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے پر۔کیونکہ یہ فعل خود جناب باری تعالیٰ کا تھا اور اس کے لئے کوئی چیز انہونی نہیں۔''ان الله علیٰ کل شئ قدیر''

اگرچہ وہ خارق عادت چیز پر از تعجب تو ہوسکتی ہے۔لیکن قابل انکار ہرگز نہیں ہوسکتی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر اس چیز میں حیرت انگیز خوبی موجود نہ ہو تو معجزہ (اور انگریزی میں مرکیل)

کہلانے کے مستحق ہی نہیں ہے۔ کیونکہ اعجاز کا معنی ہی یہی ہے۔ اعجاز ناتواں گردانیدن وعاجز یافتن کسے را۔ (صراح ص ۲۲۵) یعنی لفظ اعجاز میں عاجز کردینے اور عاجز پالینے کا مفہوم داخل ہے۔

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ وہ معجزے ہی کیوں کہلائیں۔'' (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۴۲، خزائن ج ۲۳ ص ۴۱۲)

اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس چیز میں اعلیٰ درجہ کی حیرت موجود ہو کہ ہر دیکھنے والا دنگ رہ جائے اور خود اس کو صادر کرنے سے عاجز اور قاصر رہے اور ایسی خارق عادات چیزوں کے وقوع کا اقرار دنیا کے ہر مذہب اور ہر قوم نے کیا ہے۔ بلکہ دنیا کا ہر عقلمند انسان اس کو تسلیم کرتا آیا ہے۔ ہیوم اور ہیگل جرمنی نے اگرچہ معجزات کا انکار کیا ہے۔ لیکن انہیں کے ابنائے مذہب وقوم نے ان کے خیالات کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس قوم کے بعض مذہبی اور تاریخی اقوال پیش کر دیں کہ جن کے سایہ عاطفت میں مرزا قادیانی کو وہ آرام نصیب ہوا۔ جو ان کو مکہ مکرمہ میں بھی نصیب نہ ہوسکتا تھا اور جس قوم کی تعریف میں انہوں نے بزعم خود پچاس الماریاں لکھ کر چار چاند لگائے ہیں اور جس قوم کے وہ بقول خود کاشتہ پودا ہیں۔ کیونکہ اگر مکی اور مدنی سرمہ ان کی آنکھوں کو منور نہیں کرسکتا تو کیا بعید ہے کہ حق نمک ادا کرتے ہوئے لندن اور یورپ کا بنا ہوا سرمہ ہی اکسیر ثابت ہو جائے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اناجیل میں ذکر ہے۔ ایک معجزہ یہ تھا:

۱...... ''پھر اس (یعنی مسیح علیہ السلام) نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر برکت دی اور روٹیاں توڑ کر شاگردوں کو دیں اور شاگردوں نے لوگوں کو اور سب کھا کر سیر ہوگئے اور انہوں نے بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اٹھائیں اور کھانے والے عورتوں اور بچوں کے سوا پانچ ہزار مرد کے قریب تھے۔''

(انجیل متی باب ۱۴، آیت ۱۹ تا ۲۲ اور انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۵ تا ۱۳)

۲...... پروفیسر ہکسلے اسی انجیلی روایت پر بحث کرنے کے بعد لکھتا ہے: ''تشفی بخش شہادت کے بعد مجھ کو یہ ماننا پڑے گا کہ پچھلے خیالات غلط تھے اور اس معجزہ کو ممکنات فطرت کی ایک نئی اور خلاف توقع مثال سمجھوں گا۔'' (مقالات ج ۵ ص ۲۰۳)

۳...... مشہور حکیم ڈاکٹر کارپنٹر لکھتا ہے: ''قائل مذہب سائنس دان کو یہ ماننے میں کوئی عقلی دشواری نہیں پیش آسکتی ہے کہ خالق فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قانون فطرت کے خلاف کرسکتا ہے۔ مجھ کو معجزات کے خلاف سائنس کے کسی فتویٰ کا علم نہیں ہے جو معتبر شہادت کی

موجودگی میں ان کے قبول سے مانع ہو۔لہٰذا میرے نزدیک اصل سوال صرف یہ ہے کہ آیا اس قسم کی تاریخی معتبر شہادت موجود ہے یا نہیں۔جس سے معلوم ہو کہ خالق فطرت کبھی کبھی خلاف فطرت بھی کردیا کرتا ہے۔" (ماخوذ از سیرت النبی ج ۳ ص ۱۲۸)

۴...... پروفیسر ڈالبیر اپنی کتاب مادہ ایتھر، حرکت میں لکھتا ہے کہ:"اس امر کی ہمارے پاس خاصی شہادت موجود ہے۔جس کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ طبعی حوادث اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ان کے تمام معمولی علل واسباب غائب ہوتے ہیں۔مگر اجسام حرکت کرتے ہیں۔درآنحالیکہ نہ تو کوئی شخص ان کو چھورہا ہے اور نہ برقی ومقناطیسی عوامل کا پتہ چلتا ہے۔اس کی بھی شہادت موجود ہے کہ ایک نفس کا خیال دوسرے نفس میں بلاکسی وساطت کے پہنچ سکتا ہے اور جس قسم کے واقعات کو معجزہ سمجھا جاتا ہے ان کا وقوع اب غیر اغلب نہیں رہا ہے۔"

۵...... ہکسلے لکھتا ہے:"رہا مریم کے کنوارپن میں مسیح کا پیدا ہونا تو یہ نہ صرف ممکن التصور شئی ہے بلکہ علم الحیات کی تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ بعض اصناف حیوانات میں یہ روزانہ کا واقعہ ہے۔یہی حال احیاء موتی کا ہے۔بعض جانور مرکر مومیات کی طرح بالکل خشک ہو جاتے ہیں اور عرصہ تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔لیکن جب ان کو مناسب حالات میں رکھ دیا جاتا ہے تو پھر جان آجاتی ہے۔" (مقالات ج ۵ ص ۱۹۹)

۶...... انیسویں صدی کے مشہور فلسفی ڈاکٹر وارڈ نے ایک مفروض مثال سے سمجھایا ہے کہ فرض کرو کہ:"افریقہ کے کسی صحرا میں ایک نہایت عظیم الشان سلسلہ عمارت ہے جو چاروں طرف ایک چاردیواری سے گھرا ہوا ہے۔اس کے اندر ایک خاص ذی عقل مخلوق آباد ہے جو احاطہ سے باہر نہیں جاسکتی۔یہ عمارت ایک ہزار سے زائد کمروں پر مشتمل ہے جو سب مقفل ہیں اور کنجیوں کا پتہ نہیں کہ کہاں ہیں۔بڑی محنت وجستجو کے بعد کل پچیس کنجیاں ملی ہیں۔جن سے ادھر ادھر کے پچیس کمرے کھل جاتے ہیں۔جو سب ہم شکل ہیں۔لہٰذا کیا اس بناء پر اس احاطہ کے رہنے والوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعیت کے ساتھ یہ دعویٰ کریں کہ بقیہ ۹۷۵ کمرے بھی اسی شکل کے ہیں۔" (سسٹم آف لاجک نظام منطق از جان اسٹورٹ مل کتاب سوم باب ۲۱ فصل ۴ حاشیہ)

۷...... پروفیسر ہکسلے لکھتا ہے:"لیکن پانی پر چلنا یا پانی کو شراب بنادینا یا بچہ کا بے باپ پیدا ہونا یا مردہ کو زندہ کردینا یہ چیزیں مفہوم بالا (کہ منطقی ناممکنات کا وجود تو ہے۔لیکن طبعی ناممکنات کا قطعاً وجود نہیں) کے رو سے ناممکن نہیں ہیں۔ہاں اگر ہم یہ دعویٰ کرسکتے کہ فطرت اشیاء کے متعلق ہمارے علم نے تمام ممکنات کا کامل احاطہ کرلیا ہے تو شاید یہ کہنا بجا ہوتا کہ آدمی کے

صفات پانی پر چلنے یا ہوا میں اڑنے کے متناقض ہیں۔لیکن یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ علم فطرت کی انتہاء تک پہنچنا کیسا؟ ابھی تک ہم اس کی ابتداء اور ابجد سے آگے نہیں بڑھے ہیں۔ بلکہ ہماری قوتیں اس قدر محدود ہیں کہ کبھی بھی ہم ممکنات فطرت کی حد بندی نہیں کر سکتے۔''

(ممکنات و ناممکنات از پروفیسر ہکسلے ص ۱۹۷)

۸...... انگلستان کا مشہور منطقی ولیم اسٹانلی جیونس لکھتا ہے کہ: ''اوپر علم سائنس کی حقیقت ونوعیت کے متعلق جو بحثیں گذری ہیں ان سے ایک نتیجہ جو نہایت صاف طور پر نکلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم کارخانہ فطرت میں مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح باطل نہیں ٹھہرا سکتے۔ جس قوت نے کائنات مادی کو خلق کیا ہے وہ میرے نزدیک اس میں حذف واضافہ بھی کر سکتی ہے۔اس قسم کے واقعات ایک معنی کر کے ہمارے لئے ناقابل تصور نہیں ہیں۔ جیسا کہ خود عالم کا وجود ہے۔''

(اصول سائنس کا حاشیہ ص ۷۶۶)

ناظرین کرام! ان مختصر اقتباسات سے حقیقت معجزات پر اوران کے وقوع پر کافی روشنی پڑتی ہے۔اب ذرا مرزا قادیانی کی تحریرات امکان معجزات پر ملاحظہ فرمایئے۔خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱...... ''مگر آج تک اس کے کاموں کی حد بست کس نے کی ہے؟ اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہاء تک پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں۔ وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون ہی میں داخل ہے۔''

(چشمہ معرفت ص ۹۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۰۴)

۲...... ''خدا کے قانون کی وہ شخص حد بست کر سکتا ہے جو خدا سے بھی بڑھ کر ہو۔ ورنہ یہ خیال بے ادبی اور بے ایمانی ہے کہ وہ خدا جس کے اسرار وراء الوراء ہیں اور جس کی قدرتیں اس کی ذات کی طرح ناپیدا کنار ہیں۔اس کے عجائبات قدرت کو کس حد تک محدود کر دیا جائے۔''

(چشمہ معرفت ص ۲۱۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۰)

۳...... ''اور جو اس کے کام عوام کے لئے محال ہیں اور ظاہر نہیں ہوتے وہ خواص کے لئے بباعث ان کے تعلق کے ظاہر کئے جاتے ہیں۔'' (چشمہ معرفت ص ۲۱۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۰)

۴...... ''انبیاء علیہم السلام کے لئے کوئی نہ کوئی تخصیص اگر اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے تو یہ کوتاہ اندیش لوگوں کو ابلہ فریبی اور غلطی ہے کہ اس پر اعتراض کرتے ہیں۔'' (ملفوظات احمدیہ ص ۴۲)

۵...... ''کیونکہ اس کی غیر متناہی حکمتوں اور قدرتوں کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم حاشیہ ص ۴۰۷، خزائن ج۱ ص ۴۸۶)

۶...... ''اس وقت امام رازی علیہ الرحمتہ کا یہ قول نہایت پیارا معلوم ہوتا ہے کہ:
''من اراد ان یکتال مملکة الباری بمکیال العقل فقد ضل ضلا لا بعیداً''یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے ملک کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا چاہے تو وہ راستی اور صداقت اور سلامت روی سے دور جا پڑا۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص ۱۱۹ حاشیہ، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۷...... ''حضرت مسیح علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی امور نادرہ میں سے ہے۔ خلاف قانون قدرت نہیں ہے۔ کیونکہ یونانی، مصری، ہندی طبیبوں نے اس امر کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں کہ بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ ص ۱۱۶، خزائن ج۱۷ ص ۲۰۲)

۸...... ''خدا جو آج بھی ایسا ہی قادر ہے۔ جیسا کہ آج سے دس ہزار برس پہلے قادر تھا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۶، خزائن ج۲۱ ص ۸)

۹...... ''پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ معہ گوشت پوست آسمان پر چڑھ گیا۔ ہماری طرف سے یہ جواب کافی ہے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان معہ جسم عنصری آسمان[1] پر چڑھ جائے۔''
(چشمہ معرفت ص ۲۱۹، خزائن ج۲۳ ص ۲۲۸)

---

[1] لیکن آگے لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں ''فیھا تحیون'' اس کی نفی کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے ہوں۔ کیونکہ آیت مذکورہ کا معنی یہ ہے کہ انسان زمین ہی پر زندہ رہتے ہیں اور رہیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اس عام قانون سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے ہیں؟ ہم اس کے اختصاراً جوابات عرض کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا استدلال صحیح نہیں۔ اوّلاً...... ہزاروں لوگ ہوائی جہازوں پر سیر کرتے وقت فضائے آسمانی میں زمین سے دور ہو کر زندہ رہتے ہیں۔ تو کیا یہ ''فیھا تحیون'' کے مطابق ہے؟ اور اب تو چاند اور مشتری وغیرہ پر سفر کرنے کے امکانات موجودہ سائنس نے اور مہیا کر دیئے ہیں۔ اگر روسی کتیا ''لائیکا'' فضائے آسمانی میں کئی دن زندہ رہ سکتی ہے اور اگر معلّق اڈہ بنانا ممکن ہو سکتا ہے اور اگر چاند تک سفر کرنے والوں کے لئے سیٹیں ریزرو ہو سکتی ہیں اور اگر روسی جھنڈا چاند میں مرتکز ہو سکتا ہے اور اگر ان کا راکٹ وہاں تک پہنچ سکتا ہے تو معراج جسمانی اور رفع مسیح علیہ السلام پر کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ باقی طویل اور غیر طویل زندگی کے فرق امتیازی پر نہ عقلی دلیل قائم ہے اور نہ نقلی۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مرزا قادیانی کے ان حوالہ جات سے بخوبی معجزات کا ممکن الوقوع ہونا ثابت ہو چکا ہے۔لیکن یہ سوال پیدا ہوگا کہ کیا کسی چیز کے ممکن ہونے سے اس کا خارج میں متحقق ہونا بھی لازمی ہے؟ اور مرزا قادیانی معجزات کے خارج میں موجود ہونے پر کیا نظریہ رکھتے ہیں؟ تو اس کا جواب بھی مرزا قادیانی کی تحریرات ہی سے سن لیجئے کہ خارج میں معجزات کا وقوع ہوتا رہا ہے۔

۱...... مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:''حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔مگر خدا نے ان کو صحیح وسالم بچالیا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۴۲، خزائن ج۱۷ص۳۳۸، حقیقت الوحی ص۵۰، خزائن ج۲۲ص۵۲)

۲...... ''خداتعالیٰ کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس علیہ السلام خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے۔'' (مسیح ہندوستان ص۱۶، خزائن ج۱۵ص۱۶)

۳...... ''خداتعالیٰ کے کرشمہ قدرت نے ایک لحہ کے لئے عزیز علیہ السلام کو زندہ کر کے دکھلا دیا۔تا کہ اپنی قدرت پر اس کو یقین دلائے۔مگر وہ دنیا میں آنا صرف عارضی تھا۔''

(ازالہ اوہام ص۳۶۵، خزائن ج۳ص۲۸۷)

۴...... ''قرآن کریم میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔'' (ضمیمہ چشمہ معرفت ص۴۱، خزائن ج۲۳ص۴۱۱)

۵...... ''عصا سانپ کی شکل بن گیا۔'' (براہین احمدیہ ص۴۳۳، خزائن ج۱ص۵۱۸)

۶...... ''کمر تک لمبی ڈاڑھی والی ایک عورت تھی۔'' (صداقت مریمیہ ص۹۸)

بقیہ حاشیہ: ثانیاً...... حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام نے زمین کے بغیر بھی جنت میں زندگی کا کچھ عرصہ گزارا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کیوں نہیں گزار سکتے؟''فما هو جوابکم فهو جوابنا'' ثالثاً...... مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔''وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان پر موجود ہے۔''ولم یمت ولیس من المیتین ''(نور الحق حصہ اوّل ص۵۰، خزائن ج۸ص۶۹) یہاں تو اشارہ قرآن کہا ہے۔لیکن (حمامۃ البشریٰ ص۳۵، خزائن ج۷ص۲۲۱) میں لکھتے ہیں کہ:''موسیٰ کلیم اللہ کی زندگی نص قرآنی سے ثابت ہے۔'' تو جس طرح مرزا قادیانی ''فیها تحیون '' کے خلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی نص قرآنی سے تسلیم کرتے ہیں۔اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بھی مان لیں کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔

۷...... ''مظفر گڑھ میں ایک بکرا نے قریب ڈیڑھ سیر دودھ دیا۔ مسٹر میکالیف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ نے وہ بکرا لاہور جڑ یا گھر میں بھیج دیا۔''

(سرمہ چشمہ آریہ ص۵۱، خزائن ج۲ ص۹۹)

۸...... ''اسیر علی ایک سید لڑکا اپنے باپ ہی کے دودھ سے پرورش پایا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔''

(سرمہ چشمہ آریہ ص۵۱، خزائن ج۲ ص۹۹)

۹...... ''بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا خشک مٹی سے پیدا ہوا۔ جس کا آدھا دھڑ تو مٹی تھا اور آدھا چوہا بن گیا۔ حکیم فاضل قرشی نے لکھا ہے کہ ایک بیمار کا کان بہرہ ہوگیا۔ کان کے نیچے ایک ناسور پیدا ہوگیا۔ آخر سوراخ ہوگئے۔ اس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سن لیتا تھا۔ طبیبوں نے آڑی سوراخ ہوکر مدت تک پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے۔''

(سرمہ چشمہ آریہ ص۵۱، خزائن ج۲ ص۹۹)

۱۰...... ''بعض درخت ایسے ہیں کہ ان کے پتوں میں سے بڑے بڑے پرندے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک آک کا درخت ہے۔''

(چشمہ معرفت ص۲۶۹، خزائن ج۲۳ ص۲۸۲)

۱۱...... ''اور بعض درختوں کے پھل پختہ ہونے اور کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں تو وہ سب کے سب پرندے بن جاتے ہیں اور دوسرے پرندوں کی طرح پرواز کرتے ہیں۔ جیسا کہ گولر کا پھل بھی اسی طرح کا ہے۔''

(چشمہ معرفت ص۳۲۷، خزائن ج۲۳ ص۳۴۳)

۱۲...... ''جیسے پانی میں مری ہوئی مکھیاں ہوتی ہیں تو اس صورت میں اگر نمک باریک پیس کر اس مکھی وغیرہ کو اس کے نیچے دبا دیا جائے اور پھر اس قدر خاکستر بھی اس پر ڈالی جائے۔ تو مکھی زندہ ہوکر اڑ جاتی ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۳۶۴، خزائن ج۱ ص۵۵۴)

۱۳...... ''اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں کیڑے مکوڑے مٹی سے پیدا ہو رہے ہیں۔''

(تریاق القلوب ص۱۴۷، خزائن ج۱۵ ص۴۶۲)

۱۴...... ''حوا پسلی ہی سے بنائی گئی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لاتے ہیں۔''

(ملفوظات ج۲ ص۱۹۳)

۱۵...... ''کہ (چوتھے لڑکے مبارک احمد نے) یکم رجنوری ۱۸۹۷ء میں بطور الہام یہ کلام مجھ سے کیا اور مخاطب بھائی تھے کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کی میعاد ہے۔ یعنی اے میرے

بھائیو! میں پورے ایک دن کے بعد تمہیں ملوں گا۔اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔ (پھر آگے لکھتے ہیں) مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں۔مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔" (تریاق القلوب ص ۴۱،خزائن ج ۱۵ص ۲۱۷)

حضرات! آپ مرزا قادیانی کی تحریرات پڑھ چکے کہ خارق عادت امور کا دنیا میں وقوع ہوتا رہا ہے اور مرزا قادیانی کو بھی اس کا واضح تر الفاظ میں اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں اور وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔

لطیفہ...... مرزا قادیانی کی ہر ادا نئی اور نرالی تھی۔نبوت نئی تھی، خدا نیا تھا، الہام نیا اور حساب بھی نیا تھا۔نبوت اس لئے کہ ان کو ظلی، بروزی اور غیر تشریعی نبی ہونے کے باوجود تمام نبیوں سے اونچا تخت ملا۔" آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔"

(حقیقت الوحی ص ۸۹،خزائن ج ۲۲ص ۹۲)

اور نیز لکھا:" اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ ﷺ کی تلواروں کے برابر ہیں۔" (ملفوظات احمدیہ ج ۱ص ۳۴۶) اور خدا اس لئے نیا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔" نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور کبھی نیا یقین پیدا نہیں ہوسکتا۔جب تک موسیٰ اور مسیح اور ابرہیم اور یعقوب اور محمد ﷺ کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔نئی زندگی انہی کو ملتی ہے۔جن کا خدا نیا ہو۔یقین نیا ہو،نشان نئے ہوں۔"

(تریاق القلوب کا ضمیمہ نمبر ۳ص ب،خزائن ج ۱۵ص ۴۹۷)

اورالہام اس لئے نیا کہ الہام تو مرزا قادیانی کو ہورہا تھا۔لیکن مخاطب اس (یعنی جنین) کے بھائی تھے۔مرزا قادیانی پر اگر یہ الہام ٹیچی ٹیچی (جو مرزا قادیانی پر وحی لایا کرتا تھا۔حقیقت الوحی ص ۳۳۲،خزائن ج ۲۲ص ۳۴۶) لایا تھا تو یہ نام ہی بڑا عجیب ہے اور اگر خیراتی (مرزا قادیانی کے ایک فرشتے کا نام تھا۔تریاق القلوب ص ۹۴،خزائن ج ۱۵ص ۳۵۱) لایا تھا تب بھی وہ سمجھا ہوگا کہ خیراتی اور بنا سپتی نبی کی طرف چنداں التفات کی ضرورت نہیں۔چلو الہام مرزا قادیانی کو ہوتا رہے اور دیدار اور تخاطب ان کے صاحبزادوں سے ہوتا رہے۔

شیخ بھی خوش رہے شیطان بھی ناراض نہ ہو

اور حساب اس طرح نیا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔" اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔" واہ سبحان اللہ! کیا ہی حساب ہے کہ ایک دن سے دو برس مراد ہیں۔مرزا قادیانی نے

صداقت اسلام پر تین سو دلائل پیش کرنے کا دعویٰ کیا۔ جب چندہ خوب فراہم ہوگیا تو دو دلیلیں لکھ کر خاموش ہو گئے۔ (براہین حصہ پنجم ص۴، خزائن ج۲۱ ص۶)

براہین کی پچاس جلدیں لکھنے کا اعلان کیا۔ جب پانچ جلدیں لکھیں تو سکوت فرما گئے۔ لوگوں نے تقاضا کیا تو جواب میں لکھتے ہیں۔ ''پہلے پچاس لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ (صفر) کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔'' (بلفظہ براہین حصہ پنجم ص۷، خزائن ج۲۱ ص۹)

اربعین کے چالیس نمبر لکھنے کا اعلان کیا۔ جب چار لکھ کر ترکی ختم ہوگئی تو ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''چار کو بجائے چالیس کے خیال کرو۔'' (اربعین نمبر۴ ص۱۲، خزائن ج۱۷ ص۴۴۲)

یہ ہے مرزا قادیانی کا حساب؟ دنیا خواہ کچھ ہی کہے مگر ان کی ادائیں باقی رہیں۔ کیا خوب؟

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

دوسرا باب

ہم بطور تمہید حقیقت معجزہ اس کے امکان وقوع اور خارج میں معجزات اور خارق عادت امور کے پائے جانے پر قرآن کریم کے علاوہ یورپین کے اقوال اور مرزا قادیانی کی تحریرات پیش کر چکے ہیں۔ اس باب میں ہم معراج کے بارے میں قرآن کریم کی آیات اور احادیث نقل کرتے ہیں۔ معراج کا معنی زینہ اور سیڑھی کے آتے ہیں اور یہ لفظ عروج سے مشتق ہے۔ زوال اور عروج سنا ہی ہوگا۔ چونکہ آسمان زینوں کی طرح تہ بہ تہ ہیں اور آنحضرتﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حالت بیداری میں ایک رات کے اندر مسجد حرام سے بیت المقدس تک (جس کا ثبوت قرآن کریم سورہ بنی اسرائیل میں اور احادیث متواترہ میں مفصل مذکور ہے) اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ وغیرہ کی سیر کرائی۔ (جس کا بیان قرآن کریم سورہ النجم میں مجملاً اور احادیث متواترہ میں مفصلاً مذکور ہے) معراج بالکسر نردبان ومنہ لیلۃ المعراج۔ (صراح ص۸۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا۰ انہ ھو

السمیع البصیر (بنی اسرائیل)'' ﴿پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے۔ ہماری برکت نے تا کہ دکھائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں ارشاد فرمائی ہیں:

۱...... لفظ سبحان! یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب کہ عجیب وغریب اور خارق عادت نشانیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ لفظ اس چیز کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جسم عنصری کے ساتھ حالت بیداری میں معراج کرائی گئی۔ ورنہ خواب کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی۔ جس پر اللہ تعالیٰ سبحان کا اطلاق کرتا۔ (بدایہ ونہایہ از حافظ ابن کثیر ج۳ ص۱۱۴)

۲...... یہاں لفظ عبد کا اطلاق کیا گیا ہے اور زندہ انسان پر عبد کا اطلاق جسم اور روح دونوں کے مجموعہ پر ہی آتا ہے اور اگر آنحضرت ﷺ کو جسم مبارک کے ساتھ سیر نہ کرائی گئی ہوتی تو ''اسریٰ بعبده '' نہ بولا جاتا۔ بلکہ ''اسریٰ بروح عبده '' ہوتا۔ حالانکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ (شفا قاضی عیاض ص۸۶)

۳...... مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے لفظ اسریٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور اسریٰ کا اطلاق حقیقتاً رات کی ایک سیر پر ہوتا ہے۔ جو جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''فاسر باهلك بقطع من الليل (هود:۸۱)'' ﴿(اے لوط علیہ السلام) رات کے کسی حصہ میں اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر نکل جا۔﴾

اس سے یہ تو قطعاً مراد نہیں کہ لوگوں کی ارواح کو لے کر چلے جائیں اور جسم یہاں ہی دھرے رہیں۔ بلکہ جسم اور روح دونوں کو ساتھ لے کر جانا مراد ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ ''واوحينا الىٰ موسىٰ ان اسر بعبادی انكم متبعون (شعراء:۵۲)'' ﴿اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو کہ رات کو لے کر نکل۔ میرے بندوں کو البتہ (فرعونی) تمہارا پیچھا کریں گے۔﴾

اس آیت میں بھی اسر بعبادی سے زندہ انسانوں کو حالت بیداری میں ساتھ لے جانا مراد ہے نہ کہ روحانی اسرا[illegible] اور نہ خواب اور کشف۔ ''وما جعلنا الرّيا التی اريناك

الا فتنة للناس (بنی اسرائیل:٦٠) ''﴿اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلایا جو ہم نے تجھ کو دیکھایا۔مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔﴾

یہ آیت بھی آنحضرتﷺ کی معراج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔اگر آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ معراج نہ کرائی گئی ہوتی تو اس میں لوگوں کے لئے کیا فتنہ اور کیا آزمائش تھی؟ خواب کا معاملہ نہ فتنہ ہوتا اور نہ آزمائش۔ بلکہ ایک تعبیر طلب امر ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز سب لوگوں کے لئے فتنہ اور آزمائش تھی وہ آنحضرتﷺ کی معراج جسمانی ہی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن کو مرزا قادیانی کے نزدیک بھی قرآن کریم کی بڑی سمجھ اور مہارت حاصل تھی وہ فرماتے ہیں کہ:''ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہﷺ لیلة اسریٰ به (بخاری ج۲ ص٦٨٦، باب وجعلنا الرویا، ترمذی ج۲ ص۱٤۱، ابواب التفسیر) '' ﴿رؤیا سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہے۔جو کہ آنحضرتﷺ کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا۔﴾

بلکہ ساتھ ہی وہ خواب کی نفی کرتے ہیں کہ:''لا رؤیا منام '' (شفا ص۸۷، بدایہ ونہایہ ج۳ ص۱۱۳) اس دکھاوا سے خواب کا دکھاوا مراد نہیں۔

الغرض قرآن کریم کا اسلوب بیان اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت اس چیز کو متعین کرتی ہے کہ رؤیا سے آنکھوں کے ساتھ دکھاوا مراد ہے۔خواب اور کشف ہرگز مراد نہیں۔

سوال...... لفظ رؤیا عربی زبان میں خواب پر اطلاق ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ معراج خواب کا ایک قصہ تھا یا ایک کشفی امر تھا۔جو خواب سے قریب تر ہوتا ہے۔

جواب...... لغت عربی میں رؤیا کا معنی دکھاوا ہوتا ہے۔آنکھوں کے ساتھ ہو یا خواب میں ہو۔پھر جہاں کہیں یہ لفظ خواب پر بولا گیا ہے۔وہاں ایسے دلائل اور قرائن موجود ہیں کہ اس جگہ دکھاوا سے خواب کا دکھاوا مراد ہے اور جہاں ایسے قرائن موجود نہ ہوں یا وہاں آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کے قرائن موجود ہوں تو اس سے آنکھوں کا دکھاوا مراد ہوگی اور قصہ معراج میں لفظ سبحان، عبد، اسراء اور فتنہ للناس اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر جمہور صحابہ کرامؓ کی روایات آنکھوں کے ساتھ دکھاوا کو متعین کرتی ہیں۔لہٰذا رؤیا سے آنکھوں کا دکھاوا ہی مراد ہوگی۔خواب اور کشف مراد نہ ہوگی۔

البتہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں سے ساتھ دیکھنے پر بھی لسان عربی میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ زبان اہل عرب میں رؤیا کا

اطلاق بیداری میں آنکھوں سے دیکھنے پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک راعی کہتا ہے۔

وکبـــر لـلــرؤیـــا وھـــش فــوادہ
وبشـــر قـلبـــا کـــان جـمـــا بـلالـــہ

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۷)

شکاری نے شکار دیکھتے ہی خوشی کے مارے تکبیر کہی اور اس نے اپنے غمگین دل کو جس میں غم جمع ہو چکا تھا خوشخبری سنائی۔ اس شعر میں رؤیا کا اطلاق بیداری میں آنکھوں کے ساتھ دیکھنے پر ہوا ہے۔ متنبی بدر بن عمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔

مـضـی الـلـیـل والـفضل الذی لك لا یمضی
ورؤیـــاك احـلـیٰ فـی الـعـیـون من الغمض

(دیوان ص ۱۵۷)

رات ختم ہو چکی اور تیری تعریف ابھی ختم نہ ہوئی اور آنکھوں کے ساتھ تجھے دیکھنا نیند سے بھی زیادہ میٹھا اور لذیذ ہے۔ اس شعر میں بھی لفظ رؤیا کا اطلاق آنکھوں کے ساتھ دیکھنے پر ہوا ہے۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”ثم دنیٰ فتدلیٰ ۰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ ۰ فـاوحـیٰ الـیٰ عبـده مـا اوحیٰ ما کذب الفؤا دما رایٰ ۰ افتمر ونہ علیٰ مـایـریٰ ۰ ولـقـد راہ نزلۃ اخریٰ ۰ عند سدرۃ المنتھیٰ ۰ عندھا جنۃ الماویٰ ۰ اذیغشی السدرۃ مـا یـغشـیٰ ۰ مازاغ البصر وما طغیٰ ۰ لقد رایٰ من اٰیات ربہ الـکـبـریٰ (نـجـم)“ ﴿پھر نزدیک ہوا پس اور نزدیک ہوا پھر رہ گیا۔ فرق دو کمان کی برابر یا اس سے بھی نزدیک۔ پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا غلطی نہیں کھائی۔ رسول کے دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو۔ اس پر جو اس نے دیکھا اور اس نے اس کو دیکھا ہے اترتے ہوئے۔ ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی۔ جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ بھی چھا رہا تھا۔ بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی بیشک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے اور نشانیاں۔﴾

ان آیات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے اس سفر کا ذکر ہے جو بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک واقع ہوا ہے۔ جس میں آنکھ اور دل نے بیداری میں سب کچھ دیکھا ہے اور دل اور آنکھوں کو غلطی اور لغزش بھی نہیں ہوئی اور لوگ اس عجیب سفر پر آپ سے جھگڑا بھی کرتے تھے۔

اس سفر میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی عجیب اور غریب نشانیاں دیکھیں۔ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''ثم ذھب بی الیٰ سدرۃ المنتھیٰ فاذا ورقھا کاذان الفیلۃ واذا ثمرھا مثل قلال ھجر قال ھذاہ سدرۃ المنتھیٰ (بخاری ج۱ ص۵۴۹، باب المعراج، مسلم ج۱ ص۹۱، باب الاسراء، ابوعوانہ ج۱ ص۱۲۱) '' ﴿پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ بیری کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے ہیں اور قبیلہ ہجر کے مٹکوں کی مانند اس کا پھل ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔﴾

اور پھر وہاں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی طرف جو کچھ کہ اس کو منظور تھا۔ اپنا حکم بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے کہ: ''کما اسریٰ برسول اللہ ﷺ انتھیٰ بہ الی سدرۃ المنتھیٰ الیٰ ان قال فراش من ذھب (مسلم ج۱ ص۶۷، باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رأہ نزلۃ اخریٰ، نسائی ج۱ ص۷۸، باب فرض الصلوٰۃ، ترمذی ج۲ ص۱۶۰، البواب التفسیر) '' ﴿جب آنحضرت ﷺ کو اسراء اور معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ جہاں سونے کے پروانے اس کو گھیرے ہوئے تھے۔﴾

صحابہ کرامؓ کا ''ولقد راہ نزلۃ اخریٰ'' کی ضمیر مفعول میں اختلاف ہے کہ اس کا مرجع کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا خدا تعالیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خدا تعالیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ اور دیگر اکابر یہ فرماتے ہیں کہ مفعول کی ضمیر حضرت جبرائیل کی طرف راجع ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں صرف دو مرتبہ دیکھا تھا۔ ان میں سے ایک مرتبہ جب کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ کے پاس نیچے اتر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت (مسلم ج۱ ص۹۸، باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رأہ نزلۃ اخریٰ) وغیرہ میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا اس میں تو اختلاف تھا کہ کیا آنحضرت ﷺ نے جسمانی آنکھوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ ایک گروہ قائل تھا اور دوسرا منکر۔ لیکن معراج جسمانی میں کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بھی۔ کیونکہ وہ رؤیت خداوندی کا تو بڑی شد و مد سے انکار فرماتی ہیں۔ لیکن معراج جسمانی کا انکار نہیں کرتیں۔ بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آسمان سے نیچے اترتے ہوئے اصلی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے رؤیت پرزور الفاظ میں ثابت کرتی ہیں اور اپنے اس دعویٰ پر جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش

کرتی ہیں۔ (مسلم ج ا ص ۹۸، باب معنی قول اللہ عزوجل ولقد رأہ نزلۃ اخرٰی) حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ ارشاد یاد رکھنا آگے کام آئے گا۔ کیونکہ داشتہ بکار آید!

الحاصل سورۃ النجم کی مذکورہ آیات اور ان کی تفسیر میں پیش کردہ احادیث اور عقائد صحابہ کرامؓ سے یہ بات پوری طرح واضح اور ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سفر جسمانی اور بیداری میں تھا اور اسی واسطے مخالف آپ سے اس پر جھگڑا بھی کرتے تھے۔ اب آپ واقعہ معراج کا خلاصہ سن لیجئے جو متعدد احادیث کو سامنے رکھ کر انتخاب کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ تین فرشتے آئے اور مجھے بیدار کر کے میرا پیٹ چاک کیا گیا اور میرا دل سونے کے تھال میں رکھ کر زمزم کے پانی سے خوب دھو کر ایمان اور حکمت سے پر کر کے سی دیا گیا۔ خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک جانور جس کو براق کہتے ہیں۔ میری سواری کے لئے پیش کیا گیا۔ جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے۔ وہاں تک اس کا ایک ہی قدم ہوتا ہے۔ پھر مجھے بیت المقدس لے جایا گیا۔ براق اس حلقہ کے ساتھ باندھا گیا۔ جہاں دوسرے انبیاء عظام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور تمام پیغمبروں کو خداتعالیٰ نے وہاں میرے لئے جمع کر دیا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق میں نے ان تمام کو امامت کرائی اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے پہلے آسمان تک گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل ہے۔ دربان نے کہا ساتھ کون ہے؟ فرمایا حضرت محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ان کو بلایا گیا ہے؟۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے علیک سلیک اور ملاقات ہوئی۔ انہوں نے صالح نبی اور نیک بیٹے کے ساتھ تعبیر کرتے ہوئے آپ کی آؤ بھگت کی۔ وہاں سے دوسرے آسمان کے دروازہ سے سابق طریق سے اجازت طلب کرنے کے بعد پہنچے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہما السلام سے سلام کیا۔ انہوں نے نبی صالح اور الاخ الصالح سے خطاب کرتے ہوئے مرحبا کہی۔ پھر تیسرے آسمان کے دروازہ سے طریق مذکور کے ساتھ استیذان کیا گیا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو بطریق مذکور سلام کیا اور ان کی حسین ترین صورت دیکھنے میں آئی۔ انہوں نے بھی بھائی صالح اور نبی صالح سے خوش آمدید کہی۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح اجازت کے بعد گئے۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ان کو سلام کریں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے بھی دوسرے بزرگوں کی طرح مجھے مبارک باد دی۔ پھر وہاں سے پہلے کی

طرح پانچویں آسمان پر اذن طلب کرنے کے بعد پہنچے۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو سلام کیا گیا۔ انہوں نے بھی مرحبا سے یاد کیا۔ پھر چھٹے آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور آؤ بھگت ہوئی۔ جب ہم ان سے رخصت ہی ہوئے تو ان کے رونے کی آواز آئی۔ پوچھا گیا اے موسیٰ علیہ السلام کیوں روتے ہو؟ فرمایا کہ یہ نوجوان نبی میرے بعد دنیا میں آیا اور اس کی امت میری امت سے کہیں زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوگی۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے سلام عرض کیا۔ انہوں نے ابن صالح کے الفاظ سے یاد کرتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ پھر ان سے رخصت ہوکر سدرۃ المنتہیٰ مجھے لے جایا گیا۔ وہاں بیری کے پتے جو دیکھے تو ہاتھی کے کان کی مانند تھے اور اس کا پھل قبیلہ ہجر کے مٹکوں کی طرح تھا۔ وہ مقام احکام خداوندی کے لئے ہیڈ کوارٹر کی مانند ہے۔ وہاں سے احکام اترتے اور چڑھتے ہیں۔ وہاں سونے کے پروانوں نے اس کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ وہاں سے چار نہریں پھوٹتی ہیں۔ دو باطنی جو جنت میں جاتی ہیں اور دو ظاہری نیل اور فرات۔ وہاں سے مجھے بیت المعمور کے پاس لے جایا گیا۔ جہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے آتے ہیں۔ پھر ان کو مدت العمر دوبارہ وہاں آنے کا موقع نہیں ملتا۔ مجھے وہاں تین پیالے پیش کئے گئے۔ ایک دودھ کا، دوسرا شراب کا، اور تیسرا شہد کا۔ میں نے دودھ کے پیالے کو قبول کرلیا۔ مجھے ارشاد ہوا کہ آپ نے حسن انتخاب میں کمال کر دیا۔ دودھ سے دین فطرت مراد ہے۔ اگر آپ خمر وغیرہ لے لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ میں امنا وصدقنا کہتے ہوئے خوشی خوشی واپس آیا۔ جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے سوال کیا۔ کیا کچھ انعام لائے میں نے کہا پچاس نمازیں، انہوں نے فرمایا میں بنی اسرائیل پر پانچ سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ کی امت ان سے بھی خلقت میں ضعیف اور کمزور ہے۔ آپ اپنے رب سے تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آپ فرماتے ہیں میں پھر واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ پانچ پانچ نمازیں۔ میرے بار بار آنے جانے سے معاف کرتا رہا۔ حتیٰ کہ صرف پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی تخفیف کا مطالبہ پیش کرنے کو کہا۔ لیکن میں نے کہا۔ مجھے اب شرم آتی ہے۔ اس لئے میں ان کو بطیب خاطر قبول کرتا ہوں۔ اتنے میں آواز آئی کہ ہمارے ہاں پہلے سے ہی یہی پانچ نمازیں طے ہوچکی تھیں۔ باقی پچاس باعتبار اجر اور ثواب کے تھیں۔ کیونکہ ہر نیکی کا ادنیٰ بدلہ دس گنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے اور مجھے وہاں ایک تو پانچ نمازیں ملیں۔ دوسرے سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور تیسرے یہ کہ آپ کی امت میں سے جو کوئی

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے گا اس کی بخشش ہوگی۔ میں یہ نعمتیں اور خوشخبریاں لے کر صبح سے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ جب یہ واقعہ مشرکین نے سنا تو اودھم مچا دیا۔

ہم نے متعدد روایات کو سامنے رکھ کر معراج کے اہم واقعات اور جزئیات کا ترجمہ پیش کر دیا ہے۔ بعض ضروری اور قابل ذکر جزئیات کا ذکر عنقریب کر دیا جائے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان صحابہ کرامؓ کے اسماء جن سے واقعہ معراج منقول ہے بحوالہ پیش کر دیں۔ اگرچہ ان کی روایات میں اجمال، تفصیل، تقدیم، تاخیر اور بعض اجزاء کے حذف واضافہ کا ضرور فرق ہے۔ لیکن ایسی لمبی روایت میں ایسا ہو جانا ناگزیر امر ہے اور اس سے اصل واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اب آپ صحابہ کرامؓ کے اسماء بمعہ حوالہ جات سن لیجئے۔

(۱) حضرت مالک بن صعصعۃ۔ بخاری ج۱ ص۵۴۸، مسلم ج۱ ص۹۳، ابوعوانہ ج۱ ص۱۱، نسائی ج۱ ص۵۰۔ (۲) حضرت انس بن مالکؓ، بخاری ج۲ ص۱۱۲۰، مسلم ج۱ ص۹۱، ابوعوانہ ج۱ ص۱۲۶، نسائی ج۱ ص۵۲، ترمذی ج۳ ص۱۴۱، ابوداؤد ج۲ ص۳۱۳، مسند طیالسی ص۲۷۴۔ (۳) حضرت ابوذرؓ، بخاری ج۱ ص۵۰، مسلم ج۱ ص۹۲، ابوعوانہ ج۱ ص۱۳۳۔ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، مسلم ج۱ ص۹۷، ابوعوانہ ج۱ ص۱۲۸، نسائی ج۱ ص۵۲، ابن ماجہ ص۳۰۹، مستدرک ج۴ ص۴۸۸۔ (۵) حضرت ابوہریرہؓ، بخاری ج۲ ص۶۸۴، مسلم ج۱ ص۹۶، ابوعوانہ ج۱ ص۱۳۱، ترمذی ج۲ ص۱۴۱، ابن ماجہ ص۱۶۵، مشکوٰۃ ص۵۲۹۔ (۶) حضرت جابرؓ، بخاری ج۱ ص۵۴۸، مسلم ج۱ ص۹۶، ترمذی ج۲ ص۱۴۱، ابوعوانہ ج۱ ص۱۲۵۔ (۷) حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، مسند طیالسی ص۵۵، مستدرک ج۲ ص۳۵۹۔ (۸) حضرت بریدہؓ، ترمذی ج۲ ص۱۴۱، مستدرک ج۲ ص۳۶۰۔ (۹) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، بخاری ج۱ ص۵۵۰، مسلم ج۱ ص۹۴، ترمذی ج۲ ص۱۴۱، مستدرک ج۲ ص۳۶۲۔ (۱۰) حضرت ابوسعید الخدریؓ تعلیقاً، ترمذی ج۲ ص۱۴۱، البدایہ والنہایہ ج۳ ص۱۰۹، ومسنداً خصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۶۷۔ (۱۱) حضرت عائشہؓ، مستدرک ج۳ ص۶۳، خصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۷۶۔

فائدہ...... حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث بحوالہ مسلم پہلے بھی عرض ہو چکی ہے۔

(۱۲) حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزمؓ، نسائی ج۱ ص۵۲، خصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۶۷۔ (۱۳) حضرت شداد بن اوسؓ، تفسیر ابن کثیر ج۵ ص۱۲۶، مع المعالم شفاء قاضی عیاض ص۸۷، خصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۵۸ (قال البیہقیؒ اسناد صحیح) (۱۴) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ،

مستدرک ج ۳ ص ۱۵۶۔ (۱۵) حضرت ابی بن کعبؓ۔ (۱۶) حضرت سمرۃ بن جندبؓ۔ (۱۷) حضرت صہیب بن سنانؓ۔ (۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ (۱۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔ (۲۰) حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارۃؓ۔ (۲۱) حضرت عبدالرحمٰن بن قرط الشمالیؓ۔ (۲۲) حضرت عمر بن الخطابؓ۔ (۲۳) حضرت ابوایوب انصاریؓ۔ (۲۴) حضرت ابوالحمراؓ۔ (۲۵) حضرت ابوحبہ انصاریؓ۔ (۲۶) حضرت ابوایوب انصاریؓ۔ (۲۷) حضرت ابولیلی انصاریؓ۔ (۲۸) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ۔ (۲۹) حضرت ام ہانیؓ۔ (۳۰) حضرت علیؓ۔ (۳۱) حضرت ابوامامہؓ۔ (۳۲) حضرت سہیل بن سعدؓ۔ (۳۳) حضرت ام سلمہؓ۔ ان تمام اکابر کی روایات خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ تا ۱۷۹ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی معراج کی حدیثیں پینتالیس صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔

(زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۳۵۵)

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر صدی پر مجدد آنے کی حدیث صرف حضرت ابوہریرہؓ سے اور پھر فقط ابوداؤد میں آئی ہے۔ صحاح ستہ کی اور کسی کتاب میں نہیں ہے۔ جس پر مرزا قادیانی نے اپنی مجددیت کی تعمیر کی ہے اور معراج کی حدیث مختلف طریق سے کم از کم ۴۵ صحابہ کرامؓ سے مروی ہے اور پھر خاص کر حدیث کے طبقہ اولیٰ بخاری و مسلم وغیرہ میں جن کے متعلق مرزا قادیانی کا اقرار ہے کہ: ”اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعویٰ میں کیوں بار بار ان کو پیش کرتا۔“ (ازالہ اوہام ص ۸۸۴، خزائن ج ۳ ص ۵۸۲)

آپ نے ہمارے استدلال کا معیار تو دیکھ لیا۔ اب ذرا مرزا قادیانی کا معیار بھی ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی اپنے مسیح موعود ہونے پر یوں استدلال کرتے ہیں کہ: ”کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو یہ کہا تھا کہ عیسیٰ اب جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔“ (ازالہ اوہام ص ۷۰۸، خزائن ج ۳ ص ۴۸۲)

گویا کریم بخش اور مجذوب گلاب شاہ کی بات تو مرزا قادیانی کے لئے قابل حجت ہے۔ مگر صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد کی روایات قابل قبول نہیں۔ پھر مزید لطف یہ ہے کہ کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی ہے۔ جن میں خیراتی، بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال اور کنشیا مل وغیرہ ہیں اور ان کی گواہی یہ کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی ثابت نہ ہوا۔

آپ پڑھ چکے کہ حدیث معراج بہت سے صحابہ کرامؓ سے مروی ہے۔ اس کے تواتر

معنوی کا انکار تو شاید کوئی مسلوب العقل اور اندھا ہی کرے گا۔ علاوہ بریں مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”النصوص يحمل علی ظواهر “(ازالہ اوہام ص ۵۴۰، خزائن ج ۳ ص ۳۹۰) کہ نصوص کو ظاہر معنی پر ہی حمل کیا جائے گا۔ یعنی بلاوجہ تاویل وغیرہ سے کام نہ لیا جائے گا اور حدیث معراج کا ایک ایک لفظ معراج جسمانی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷، خزائن ج ۱۷ ص ۷۸)

اور یہ مضمون مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے نہیں کہا۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں: ”میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۲۹۱)

تو لابدی ہے کہ یہ بھی الہام خداوندی ہوگا۔ اب دیکھئے مرزا قادیانی کے امتی قرآن کریم، حدیث شریف پر اگر یقین نہیں رکھتے تو کیا مرزا قادیانی کی بات مانتے ہیں یا نہیں۔

نبی اپنا اپنا امام اپنا اپنا

ہم تو قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ اور امت کے اجماع واتفاق کے پیش نظر اس امر پر یقین کامل رکھتے ہیں کہ مالک الملک نے جناب امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیداری کی حالت میں صرف ایک ہی رات میں جسم عنصری مبارک کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان اوّل پھر دوم حتیٰ کہ آسمان ہفتم تک اور جنت وغیرہ تک۔ غرضیکہ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، سیر کرائی۔ اگر مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کو اس کا یقین ہو تو فبہا، ورنہ وہ جانیں اور ان کا عقیدہ اور نظریہ۔ ہم تو پروردگار عالم اور آقائے نامدار ﷺ کے حکم صریح پر اعتقاد اور ایمان رکھتے ہیں اور کسی مؤمن کو بھلا یہ زیبا بھی کب ہے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد اپنی مرضی سے زندگی بسر کرے۔ یا من مانے عقیدوں پر یقین رکھ کر فلاح اخروی کا مستحق ہو اور سب سے اہم بات ہی فلاح اخروی ہے۔ مگر افسوس کہ وہ اب ہے کہاں؟ ”الا ماشاء اللہ“

معلوم یہ ہوتا ہے وہی زیست تھی اپنی
جو چیز کہ اب تیری نگاہوں میں نہیں ہے

تیسرا باب

قرآن کریم اور صحیح احادیث سے معراج جسمانی کا ثبوت پہلے گذر چکا ہے۔ اب

معراج جسمانی کے متعلق جمہور اہل اسلام کا عقیدہ سن لیجئے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: ''اکثر علماء کرام اور جمہور سلف وخلف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ معراج کرائی گئی۔'' (تفسیر ج۵ ص۱۴۱، بدایہ ونہایہ ج۳ ص۱۱۳)

علامہ بغویؒ لکھتے ہیں کہ: ''اکثر کا مذہب یہی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو حالت بیداری میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ معراج کرائی گئی۔ اس پر بیشار صحیح حدیثیں موجود ہیں۔''

(معالم ج۵ ص۱۰۷)

علامہ عینی اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ: ''اسراء اور معراج ایک ہی رات میں بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ واقع ہوئی۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نبوت اور رسالت مل چکی تھی۔ یہی جمہور محدثین، فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے اور اس عقیدہ کی دلیل میں متعدد صحیح اور ظاہر المعنی حدیثیں موجود ہیں۔'' (عمدۃ القاری ج۸ ص۹۷، فتح الباری ج۷ ص۱۷۰)

علامہ سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں کہ: ''اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ اسراء اور معراج دونوں جناب رسول اللہ ﷺ کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ کرائی گئی تھیں۔''

(روح المعانی ج۱۵ ص۸)

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ: ''حق بات تو یہ ہے کہ جس پر جمہور سلف اور متاخرین، فقہاء، محدثین اور متکلمین متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو حالت بیداری میں جسم مبارک کے ساتھ معراج کرائی گئی اور یہ واقعہ نبوت کے بعد کا ہے۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ نمازیں معراج کی رات فرض کی گئیں ہیں اور نماز کی فرضیت نبوت کے بعد ہوئی ہے۔'' (نووی شرح مسلم ج۱ ص۹۱)

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ: ''یہی جمہور محدثین، متکلمین اور فقہاء کرام کا مذہب اور عقیدہ ہے۔'' (زرقانی شرح مواہب ج۱ ص۳۵۵)

قاضی عیاضؒ جمہور کا مذہب بتلاتے ہوئے بعض کا نام بھی لکھتے ہیں کہ یہی عقیدہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت مالک بن صعصعہؓ، حضرت ابوحبہ بدریؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ کا مختار مذہب ہے اور یہی ضحاکؒ، سعید بن جبیرؒ، قتادہؒ، سعید بن المسیبؒ اور ابن شہابؒ، ابن زیدؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، مسروقؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ، ابن جریجؒ، امام طبریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور محدثین، متکلمین اور مفسرین کا عقیدہ اور مذہب ہے۔ (شفاء قاضی عیاضؒ ص۸۶)

راقم کہتا ہے کہ کسی صحابی اور تابعی بلکہ کسی معتبر امام اور محدث سے صحیح سند اور صریح الفاظ کے ساتھ معراج جسمانی کا انکار ثابت نہیں ہوسکتا۔ایڑی چوٹی کا بھی زور لگا کر اگر ثابت کیا جائے تو محال ہے۔اگر کسی میں ہمت ہے تو آئے میدان میں۔''فهل من مبارز ''جن اکابر سے اس کے خلاف منقول ہے۔اس کا جواب عنقریب آتا ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ جمہور سلف وخلف کا یہی مذہب ہے تو مرزا قادیانی کی بھی سنئے کہ:''سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننا پڑتی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۷۴،خزائن ج۳ص۲۹۳)

اب ہم مرزا قادیانی کی اپنی تحریرات پیش کرتے ہیں۔شاید کہ ان کے ماننے والوں کے لئے یہ عبارات سوہان روح ثابت ہوسکیں۔ملاحظہ کریں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

۱...... ''کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت کہ''سبحان الذی اسریٰ بعبده! معراج مکانی اور زمانی دونوں پر مشتمل ہے اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔جیسا کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خداتعالیٰ نے آنحضرتﷺ کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک پہنچادیا تھا۔ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے۔''

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ص،ج،مجموعہ اشتہارات ج۳ص۲۸۸)

۲...... نیز مرزا قادیانی لکھتے ہیں:''ان معراج نبینا کما کان مکانیا کذالك كان زمانيا ولا ینکره الا الذی فقد بصره وصار من العمین''ہمارے نبی کریمﷺ کی معراج جس طرح مکانی تھی اسی طرح زمانی بھی تھی اور اس کا انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو دیدۂ بصیرت سے محروم ہو۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۹۹،خزائن ج۱۶ص۲۹۶)

۳...... ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں کہ:''فقد عرج رسول اللہﷺ بجسمه الیٰ السماء وهو یقظان لا شك فیه ولا ریب''جناب نبی کریمﷺ کے لئے حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ معراج واقع ہوئی۔اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے۔

(حمامتہ البشریٰ ص۳۴،خزائن ج۷ص۲۱۹)

اس عبارت کے آگے حضرت عائشہؓ وغیرھا کا حوالہ اس کے خلاف بھی دیتے ہیں۔ہم اس کی بحث آئندہ عرض کریں گے۔

۴...... نیز مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ”مگر باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کی رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم کے ساتھ شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے۔ تقریباً صحابہ کرامؓ کا یہی اعتقاد تھا۔ جیسا کہ مسیح کے اٹھائے جانے کی نسبت اس زمانہ کے لوگ اعتقاد رکھتے ہیں۔ یعنی جسم کے ساتھ اٹھائے جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا۔ لیکن پھر بھی حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ وہ ایک رؤیا صالحہ تھی اور کسی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام نعوذ باللہ ملحدہ یا ضالہ نہیں رکھا اور نہ اجماع کے برخلاف بات کرنے سے ان میں ٹوٹ کر پڑ گئے۔ اب اے منصفو! اے حق کے طالبو! اے خداتعالیٰ سے ڈرنے والے بندو! اس مقام میں ذرا ٹھہر جاؤ اور آہستگی اور تدبر سے خوب غور کرو کہ کیا ہمارے نبی ﷺ کا آسمان پر جسم کے ساتھ چڑھ جانا اور پھر جسم کے ساتھ اترنا ایسا عقیدہ نہیں جس پر صدر اوّل کا اجماع تھا۔“

(ازالہ اوہام ص ۲۸۹، خزائن ج ۳ ص ۲۴۷)

ان تحریرات سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ مرزا قادیانی کو بھی یقین تھا کہ آنحضرت ﷺ کو حالت بیداری میں جسم عنصری کے ساتھ مکانی وزمانی دونوں طرح کی معراج کرائی گئی اور اسی عقیدہ پر تقریباً تمام صحابہ کرامؓ اور صدر اوّل کا اجماع تھا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جماعت صحابہؓ کا اجماع کس پوزیشن کا ہوتا ہے؟ سو اس کا جواب خود مرزا قادیانی ہی سے سن لیجئے۔

۱...... ”اور صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت ہے جو کبھی ضلالت پر نہیں ہوتا۔“

(تریاق القلوب ص ۱۴۷، خزائن ج ۱۵ ص ۴۶۱)

۲...... ”فان المراد من الاجماع اجماع الصحابةؓ! اجماع سے تو صحابہ کرامؓ کا اجماع ہی مراد ہے۔“ (اتمام الحجہ ص ۵، خزائن ج ۸ ص ۲۷۸)

۳...... ”یہ مسلم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہوسکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۴، خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰)

مرزا قادیانی کی ان تحریرات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع حجت شرعی ہے۔ کیونکہ ان کا اجماع کبھی بھی گمراہی پر نہیں ہوسکتا۔ البتہ رائے صحابی حجت نہیں۔ ممکن ہے کوئی صاحب کہہ دے کہ اگرچہ صحابہ کرامؓ کا اپنی تحقیقات اور معلومات کی بناء پر آنحضرت ﷺ کے

معراج جسمانی پر اجماع ہو چکا تھا۔لیکن اگر کسی وقت سائنس کی جدید تحقیقات اور نئے فلسفہ کے زور میں آ کر اس کے خلاف اجماع ہو جائے تو کیا خرابی ہے؟ اور ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟ لیکن کیا کیا جائے کہ خود مرزا قادیانی ہی اس کی بھی ناکہ بندی کر چکے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: ”جو شخص بعد صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۴۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۴)

اب کسی کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور اجماع صحابہ کرامؓ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کذاب بنے؟ اور سلف سے روگردانی کرے۔ جو خلف کے لئے بطور وکیل کے تھے۔

”قد یصدق الکذوب“ کے قاعدہ کے پیش نظر مرزا قادیانی کا یہ ارشاد بالکل بجا اور صحیح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے بعد اجماع کا دعویٰ کرنے والا کذاب ہے۔اس کا مطلب اس کے بغیر اور کیا ہوسکتا ہے کہ جس مسئلہ پر قرآن کریم کی نصوص قطعیہ موجود ہوں اور متواتر حدیثیں بھی موجود ہوں اور لطف یہ ہے کہ اس پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق واجماع بھی قائم ہو چکا ہو۔اب اس کے خلاف کوئی اور متوازی اور متصادم عقیدہ اور نظریہ قائم کرنا کون سا ایمان ہے؟ اور اس میں فوز وفلاح کی کون سی صورت مضمر ہوسکتی ہے؟ ممکن ہے اس نظریہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچیں کہ ۔

نگاہ شوخ اب کچھ شرگیں معلوم ہوتی ہے

چوتھا باب

ہم نے معراج جسمانی کے اثبات پر جو دلائل ہدیہ ناظرین کئے ہیں۔ان کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی ضرورت تو محسوس نہیں ہوتی۔البتہ ہم چاہتے ہیں کہ مسئلہ کا ہر پہلو واضح سے واضح تر ہو جائے۔اس لئے چند احادیث پیش کرنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ملاحظہ فرمایئے:

۱...... آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں تھا کہ معراج جسمانی کا واقعہ سن کر مشرکین ہر طرف سے اُمڈ آئے اور انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں اور علامتیں پوچھیں۔ مجھے وہ نشانیاں معلوم نہ تھیں۔ مجھے اس وقت اتنی پریشانی لاحق ہوئی کہ زندگی بھر کبھی ایسی پریشانی لاحق نہ ہوئی تھی۔ اتنے میں حق تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے بیت

المقدس کا نقشہ میرے سامنے پیش کر دیا۔ مخالف مجھ سے جو علامت پوچھتے جاتے ہیں۔ دیکھ کر بتلاتا جاتا۔ (بخاری ج ۱ص ۵۴۸، باب حدیث الاسراء، مسلم ج ۱ص ۹۶، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، صحیح ابو عوانہ ج ۱ص ۱۳۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشرکین کو یہی بات ذہن نشین کرائی گئی تھی کہ آپ کو حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ہے اور اس پر تعجب کرتے ہوئے مشرکین نے سوالات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر یہ معاملہ خواب یا کشف کا ہوتا تو مشرکین کو امتحان لینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ بلکہ جو کچھ سنا تھا اس پر صاد کرتے اور اسی کو غنیمت سمجھ لیتے۔

۲...... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس رات آنحضرت ﷺ بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے۔ اسی کی صبح کو آپ نے وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا۔ جس سے بہت سے لوگ جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لا کر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے۔ پھر کفار ابو بکرؓ کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی جناب نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرو گے۔ لیجئے وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کیا واقعی حضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے؟ وہ کہنے لگے ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تو میں اس کو مانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا اے ابو بکرؓ کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس وغیرہ تک گئے اور صبح سے پہلے پھر واپس بھی آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہاں! میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ یعنی جو صبح و شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ ان کو میں صحیح اور حق جانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کا نام صدیق رکھا گیا۔ (مستدرک ج ۳ص ۶۳، قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

اس روایت سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ مشرکین کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرتؐ حالت بیداری میں بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے ہیں۔ جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا وہ کلمہ پڑھنے کے بعد بھی شکوک اور شبہات میں مبتلا ہو کر مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب عطاء ہوا۔ اگر یہ معاملہ خواب کا ہوتا تو لوگوں کے مرتد ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی؟ اور خواب کا معاملہ کون سا بڑا کارنامہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ صدیق کہلائے؟ اور دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت عائشہؓ بھی معراج جسمانی کی قائل تھیں۔ ورنہ اس کی تصریح فرما دیتیں کہ یہ کفار نے

بہتان باندھا ہے۔ وہ تو ایک خواب تھا۔ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے اور یہ دونوں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔

۳...... حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے واقعہ معراج جب اہل مکہ کو سنایا تو مطعم نے کہا کہ اب تک آپ کا معاملہ ٹھیک تھا۔ سوائے اس بات کے جواب کہہ رہے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم تو اگر بڑی تیزی سے بھی اونٹوں کو چلائیں تو کہیں دو مہینوں کے بعد بیت المقدس سے واپس آ سکتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ میں ایک ہی رات میں جا کر واپس آ گیا۔ لات اور عزیٰ کی قسم ہے کہ میں تو ہرگز نہ مانوں گا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۳۹، فتح الباری ج ۷ ص ۱۵۱، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۸)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ مطعم وغیرہ کو یہی سمجھایا گیا تھا کہ آپ کو حالت بیداری میں معراج کرائی گئی ہے اور یہ چیز اس کی سمجھ میں نہیں آ سکتی تھی۔ اس لئے انہوں نے آپ کو معاذ اللہ جھوٹا بھی کہا اور قسم کھا کر پرزور الفاظ میں مخالفت بھی کی۔

۴...... حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ بیت المقدس وغیرہ سے واپس تشریف لائے تو ام ہانیؓ کو فرمانے لگے۔ مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری ضرور تکذیب کریں گے۔ اسی خیال سے غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ ابوجہل نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کیا آپ رات بیت المقدس جا کر صبح پھر ہم لوگوں میں واپس آ گئے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ابوجہل نے لوگوں کو بلایا اور آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا۔ ذرا ان کو بھی وہ واقعہ سنا دیں جو مجھ کو سنا رہے تھے۔ آپ نے وہ واقعہ سنایا۔ لوگوں نے کہا۔ کیا بیت المقدس سے آپ کی مراد ایلیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سنتے ہیں لوگوں کی یہ کیفیت ہوگئی کہ کوئی تالیاں بجانے لگا اور کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۲۸، مسند احمد ج ۱ ص ۰۹ ، خصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۰، بسند صحیح)

اس روایت کا ایک ایک لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ جسم عنصری اور بیداری کا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ اس واقعہ کے بیان کرنے پر مامور نہ ہوتے تو شاید آپ کفار کی تکذیب کے ڈر سے (العیاذ باللہ) اس کو بیان بھی نہ فرماتے اور اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو ابوجہل وغیرہ کو مجمع اکٹھا کرنے اور واقعہ سن کر تعجب کرنے اور تالیاں بجانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ کیونکہ

خواب کے بارے میں اتنا ہنگامہ برپا کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوسکتا۔

۵...... حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ مکہ مکرمہ سے ایک قافلہ بغرض تجارت شام کو گیا تھا اور وہ واپس آرہا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے براق پر سوار ہوکر جاتے وقت ان کو سلام کیا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی آواز پہچان لی اور سن لی اور جب واپس مکہ آئے تو اس بات کی گواہی بھی دی۔ نیز آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ واپس ہوکر اس قافلہ کی ایک ایک علامت بھی لوگوں کو بتائی تھی اور جب قافلہ آیا تو انہوں نے اس کی تائید بھی کی تھی۔ اسی حدیث میں یہ ناقابل فراموش مضمون بھی ہے۔

''فاتانی ابوبکرؓ فقال یا رسول اللہ این کنت اللیلۃ قد التمتك فی مکانك (شفا ص۸۷، تفسیر ابن کثیر ج۵ ص۱۲۶، خصائص الکبریٰ ج۱ ص۱۵)''

﴿کہ صبح کے وقت حضرت ابوبکرؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ حضرت آپ رات کہاں تھے؟ میں نے آپ کو آپ کے مکان پر تلاش بھی کیا۔﴾

اس کے بعد آپ نے معراج کا مفصل واقعہ بیان فرمایا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: ''ھذا اسناد صحیح'' کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ قافلہ والوں کو پہچان کر آپ کا سلام کہنا اور ان کا آپ کی آواز کو پہچاننا اور پھر مکہ مکرمہ واپس ہوکر قافلہ کی علامتیں بتلانا اور ان کا اہل مکہ سے اس کی شہادت دینا۔ نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ کا رات کے وقت آپ کو مکان پر تلاش کرنا اور آپ کا وہاں موجود نہ رہنا ان میں سے ایک ایک بات اس کو متعین کر رہی ہے کہ یہ واقعہ خواب اور کشف کا ہرگز نہ تھا۔ بلکہ جسم عنصری کے ساتھ حالت بیداری کا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن کریم کی پیش کردہ آیات اور مذکورۃ الصدر صحیح اور متواتر احادیث اور اجماع صحابہ کرامؓ اور سلف وخلف کا اتفاق اور خود مرزا قادیانی کی تحریرات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی معراج کا واقعہ کوئی روحانی اور کشفی امر نہ تھا۔ بلکہ حالت بیداری میں جسم مبارک کا ایک بیّن اور روشن واقعہ تھا اور یہی مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ جس پر نسلاً بعد نسلٍ اور کابراً بعد کابر تمام مسلمان متفق رہے ہیں اور کوئی فرسودہ نیا اور پرانا فلسفہ ان کے ذہن سے اس کو نہیں نکال سکا۔

ایک طرف یہ دلائل ملاحظہ کریں اور دوسری طرف زمانہ حال کے منکر حدیث چوہدری

غلام احمد صاحب پرویز کا عقیدہ اور نظریہ بھی ملاحظہ کریں۔ وہ لکھتے ہیں کہ: ''اگر آج سائنس کی کوئی ایجاد اس کا امکان بھی پیدا کر دے کہ کوئی شخص روشنی کی رفتار سے مریخ یا چاند کے کروں تک پہنچ جائے اور پھر چند ثانیوں میں واپس بھی لوٹ آئے تو میں پھر بھی حضور ﷺ کے معراج جسمانی کو نہیں تسلیم کروں گا۔ اس لئے کہ میرے دعویٰ کی بنیاد ہی دوسری ہے اور وہ یہ ہے کہ جسمانی معراج سے یہ تصور کرنا لازم آتا ہے کہ خدا کسی خاص مقام پر موجود ہے اور میرے نزدیک خدا کے متعلق یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے خلاف ہے۔'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۴۴)

دیکھا آپ نے کہ آنحضرت ﷺ کے اسراء اور معراج جسمانی کا عقیدہ جو قرآن کریم، متواتر درجہ کی حدیثوں اور امت کے اجماع و اتفاق سے ثابت ہے۔ پرویز صاحب اس کو تسلیم کرنے کے لئے سرے سے آمادہ ہی نہیں ہیں۔ پرویز صاحب ہی بتائیں کہ کیا قرآن کریم میں ''الرحمن علی العرش استویٰ '' (یہ الگ امر ہے کہ جیسا اس کی شان کے مناسب اور لائق استوار ہے وہی ہوگا) ''والیہ یصعد الکلم الطیب ''اور ''ورافعك الیّ ''اور ''بل رفعه الله الیه ''وغیرہ وغیرہ آیات موجود ہیں؟ اور کیا ان سے یہ تصور لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کسی مخصوص مقام میں ہے؟ یا آپ ان کے بھی منکر ہیں؟ اور اگر ان کی کوئی صحیح تاویل آپ کے ذہن نارسا میں موجود ہے تو معراج کے واقعہ میں آپ کو کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے؟ چلئے اگر آپ کو معراج کا واقعہ سمجھ نہیں آتا اور آپ کا مغربیت زدہ اور ماؤف ذہن اس کو قبول نہیں کرتا تو واقعہ اسراء جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ایک ہی رات میں پیش آیا تھا اس کو تو تسلیم کر لیتے۔ یا آپ کے نزدیک اس سے بھی مسجد اقصیٰ اللہ تعالیٰ کا رہائشی مکان ثابت ہوتا ہے؟ العیاذ باللہ!

سچ کہا گیا ہے کہ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار! اصل بات تو صرف اتنی ہے کہ جملہ منکرین حدیث معراج وغیرہ معجزات کے قائل نہیں ہیں۔ مگر پہلے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا خلاف عقل سمجھا جاتا تھا۔ اس پر ایک عرصہ تک ان کی طرف سے یہ دلیل پیش ہوتی رہی۔ مگر آج جبکہ سائنس کی نئی نئی ایجادات نے اس کا امکان ثابت کر دیا کہ مریخ اور چاند تک کا سفر ممکن ہے اور اب تو صرف ممکن ہی نہیں۔ بلکہ روسی راکٹ نے چاند میں پہنچ کر اس میں جھنڈا نصب کر کے اس کا بالفعل وقوع بھی ثابت کر دیا ہے اور اب مشتری اور چاند تک کے سفر کی تیاریوں کے لئے سیٹیں ریزرو کرائی جا رہی ہیں۔ تو پرویز صاحب کو معراج جسمانی کے رد کرنے کی اور دلیل سوجھی،

مقصد صرف ایک ہے کہ معراج جسمانی ثابت نہیں ہے۔البتہ تعبیریں الگ الگ ہیں۔

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

مگر یہ بات تاہنوز پردۂ راز میں ہے کہ پرویز صاحب نے معراج جسمانی کے انکار پر اتنا اور ایسا زور کیوں دیا ہے۔وہ تو خیر سے مطلقاً معجزات ہی کے منکر ہیں۔چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ:"نبی اکرم ﷺ کو کوئی حسی معجزہ نہیں دیا گیا اور حضور ﷺ کا معجزہ صرف قرآن ہی ہے۔"

(معارف القرآن ج۴ص۷۲۵)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن کریم جناب امام الانبیاء خاتم النبیین ﷺ کا ایک زندہ معجزہ ہے۔مگر پرویز صاحب کا یہ کہنا کہ آپ سے کوئی حسی معجزہ ہی صادر نہیں ہوا۔کس قدر غلط اور باطل ہے اور کس قدر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق ﷺ کی کھلی تکذیب ہے۔(العیاذ باللہ)

اس سے بڑھ کر انکار وجود کا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ بیشمار معجزات صادر ہوئے ہیں۔شق القمر اور اسراء وغیرہ کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے اور بقیہ معجزات کا ذکر کتب احادیث وسیر میں مذکور ہے۔مگر پرویز صاحب ان سب کا انکار کرتے ہیں۔"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"اور لطف یہ ہے کہ وہ بزعم خود اسلام کے صحیح خدوخال کو واضح کرنے والے اور داعی قرآن بھی ہیں۔فوا اسفا!

مذہب معلوم اہل مذہب معلوم

پانچواں باب

ہم نے یہاں تک معراج جسمانی پر مسلمانوں کے دلائل نقل کئے ہیں۔اب ہم واقعہ معراج پر مرزا قادیانی کی کج بحثیوں اور موشگافیوں کو پیش کر کے ان کے جوابات عرض کرتے ہیں۔بغور ملاحظہ فرمائیے۔

واقعہ معراج پر مرزا قادیانی کا پہلا اعتراض

"معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض ہے۔کسی حدیث میں ہے کہ چھت کو کھول کر جبرائیل آئے اور میرے سینے کو کھولا۔پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا۔جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا۔سو وہ میرے سینے میں ڈالا گیا۔پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے جایا گیا۔مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا اور کسی

حدیث میں آیا ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا اور تین فرشتے آئے اور ایک جانور بھی لایا گیا اور کسی میں براق کا کوئی ذکر نہیں اور کسی میں ہے کہ میں حطیم میں تھا۔ یا حجر میں لیٹا ہوا تھا اور کسی میں ہے کہ بعثت کے پہلے یہ واقعہ ہوا اور بغیر براق کے آسمان پر گئے اور آخر میں آنکھ کھل گئی اور ان پانچ واقعات میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائیں اور ترتیب رؤیت انبیاء میں بڑا اختلاف ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۹۳۲، خزائن ج۳ ص۶۱۳)

جواب...... مرزا قادیانی نے نہایت لطیف پیرایہ میں حدیث سے ٹھٹھا[1] کیا ہے کہ طشت طلائی کیا ہوا؟ خدا جانے یہ کس خیال پر مبنی ہے۔ وہ طشت تو جناب رسول اللہ ﷺ کو ہبہ تھوڑا ہی کیا گیا تھا۔ جس کی تلاش مرزا قادیانی کو ہے۔ وہ طشت جہاں سے لایا گیا تھا وہاں پہنچا دیا گیا ہوگا۔

---

[1] مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''اور ایک ایسا فرقہ بھی نکلا ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنن ماثورہ پر ٹھٹھا مارتا ہے اور ہنسی کرتا ہے اور تمام احادیث کو ردیات کا ذخیرہ سمجھتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو اتنی بھی عزت نہیں دیتا کہ وہ فہم قرآن میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں۔'' (چشمہ معرفت ص۳۱۰، خزائن ج۲۳ ص۳۲۵) راقم الحروف کہتا ہے کہ اوّلاً اس کا مصداق خود مرزا قادیانی اور ان کے امتی ہیں اور اس کے بعد دیگر منکرین حدیث۔ مرزا قادیانی کا حال تو آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اب امتیوں کا حال بھی ذرا سن لیجئے۔ جب مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کو پیش کرتے ہیں تو مرزائی دوست کہا کرتے ہیں کہ وہ وہاں کیا کھاتے اور کیا پیتے ہوں گے؟ وہاں پیشاب اور پاخانہ کہاں پھرتے ہوں گے؟ استنجا کہاں کرتے ہوں گے؟ کون سی نماز پڑھتے ہوں گے؟ اسرائیلی یا محمدی؟ اگر اسرائیلی نماز پڑھتے ہیں تو منسوخ شریعت پر کیسے عمل کرتے ہیں؟ اور اگر محمدی نماز پڑھتے ہیں تو وہ ان کو کس نے بتلائی؟ آنحضرت ﷺ نے بتلائی تو وہ کب؟ اور اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلائی۔ تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر بھی جدید وحی نازل ہوتی ہے۔ نیز وہ زکوٰۃ کس چیز کی اور کس کو دیتے ہوں گے؟ کس قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس سے بڑھ کر احادیث صحیحہ اور متواترہ سے اور کیا ٹھٹھا اور ہنسی ہو سکتی ہے؟ مرزا قادیانی کا اپنا قول ان کے لئے حجت ہے۔

جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے

مرزا قادیانی کا مرکزی اعتراض یہ ہے کہ چونکہ روایات میں اختلاف ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل واقعہ ہی پیش نہیں آیا۔ لیکن راقم الحروف کہتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی کے اس قاعدہ کو سامنے رکھا جائے تو اسلام کے اصول اور بنیادی مسائل کا ثابت ہونا بھی محال ہے۔ مثال کے طور پر آنحضرت ﷺ کی بعثت لیجئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی کہ آپ کو نبوت ملی۔ (بخاری ج۱ ص۵۰۲، باب صفۃ النبی ﷺ)

اور ایک روایت میں ہے کہ چالیس سال چھ مہینے اور آٹھ دن کے بعد ملی۔

(تاریخ الامم الاسلامی محمد خضری ج۱ ص۱۰۴)

اور بعض روایات میں ایک دن کی زیادتی اور بعض میں دس دن کی اور بعض میں دو مہینے کی اور بعض میں تین سال کی اور کسی میں پانچ سال کی زیادتی مذکور ہے۔ (افادۃ الافہام ج۲ ص۲۲۳)

یا مثال کے طور پر آپ کی ہجرت کو لے لیجئے۔ ایک روایت آتی ہے کہ نبوت کے بعد تیرھویں سال ہجرت واقع ہوئی۔

(بخاری ج۱ ص۵۵۲، باب ہجرت النبی ﷺ، مسلم ج۲ ص۲۶۰، باب قدر عمرہ ﷺ واقامتہ بمکۃ والمدینۃ)

اور دوسری جگہ روایت میں آتا ہے کہ بعثت کے بعد دس سال گذرے تھے کہ ہجرت ہوئی۔ (بخاری ج۱ ص۵۰۲، باب صفۃ النبی ﷺ، مسلم ج۲ ص۲۶۰، باب قدر عمرہ ﷺ واقامتہ بمکۃ والمدینۃ)

یا مثال کے طور پر آپ کی وفات کو لیجئے۔ ایک روایت آتی ہے کہ پینسٹھ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی۔ (مسلم ج۲ ص۲۶۱، باب قدر عمرہ ﷺ واقامتہ بمکۃ والمدینۃ، ترمذی ج۲ ص۲۰۶، باب ماجاء فی بین النبی ﷺ وابن کم کاز حسین مات)

اور ایک روایت میں تریسٹھ کا ذکر ہے۔ (مسلم ج۲ ص۲۶۰، باب قدر عمرہ ﷺ واقامتہ بمکۃ والمدینۃ، ترمذی ج۲ ص۲۰۳، باب ماجاء فی البعث النبی ﷺ وابن کم کان حسین بعث)

اور ایک روایت آتی ہے کہ آپ کی ساٹھ سال عمر تھی کہ آپ کی وفات ہوئی۔

(مؤطا امام مالک ص۳۶۸)

تو کیا ان اختلافات کی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ العیاذ باللہ! نہ تو آنحضرت ﷺ کی بعثت ہوئی اور نہ ہجرت اور نہ ہی آپ کی وفات ہوئی۔ وعلیٰ ہذا القیاس!

مرزا قادیانی کے اس قاعدہ اور ان جرحی سوالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نماز، روزہ،

حج، زکوٰۃ وغیرہ اہم مسائل کا اثبات تقریباً محال ہے۔ کیونکہ نماز جیسی اہم عبادت میں بھی بیسیوں اختلاف ہیں۔ تو مرزا قادیانی کے اصول سے ثابت ہوا کہ نماز کا حکم بھی اسلام نے کبھی نہیں دیا۔ اگر دیا ہوتا تو اس میں اختلاف نہ ہوتا۔ (عیاذاًباللہ) مرزا قادیانی نے ایک ایسا قاعدہ اور ایٹم بم ایجاد کیا کہ اسلام کا ایک ایک حکم ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیا خوب؟

کاٹنا مقصود ہے جس سے شجر اسلام کا
قادیاں کے لندنی ہاتھوں میں وہ آری بھی دیکھ

خیر یہ تو احادیث کا اختلاف تھا۔ اگر مرزا قادیانی قرآن کریم کی طرف توجہ کرتے تو ایسے اختلاف کی وجہ سے خدا جانے کیا وہ فتویٰ صادر فرماتے۔ صرف ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہی دیکھ لیجئے۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا گیا۔ ''ثم بعثنا من بعدهم موسیٰ بآیاتنا الیٰ فرعون وملائه (اعراف:۱۰۳) '' اور کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا۔ ''واذ نادیٰ ربك موسیٰ ان ئت القوم الظلمین قوم فرعون (الشعراء:۱۰،۱۱) '' اور کہیں ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انہی کی قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ ''ولقد ارسلنا موسیٰ بایاتنا ان اخرج قومك من الظلمت الیٰ النور (ابراهیم:۵) '' اور کہیں ارشاد ہوتا ہے۔ موسیٰ اور ہارون دونوں کو بھیجا۔ ''فاتیه فقولا انا رسولا ربك (ابراهیم:۵) '' اور کہیں آتا ہے کہ صرف موسیٰ کو بھیجا۔ ''واذ نادیٰ ربك موسیٰ ان ئت القوم الظلمین (الشعراء:۱۰) '' اور کہیں ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے جادوگروں کو کہا۔ ڈالو جوڈالنا ہے۔ ''قال لهم موسیٰ القوما انتم ملقون (یونس:۸۰) '' اور کہیں آتا ہے کہ جادوگروں نے پہلے یہ تحریک پیش کی تھی۔ ''قالوا یموسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین (اعراف:۱۱۵) '' اور کہیں آتا ہے کہ پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔ ''ثم اغرقنا لاخرین (الشعراء:٦٦) '' اور کہیں آتا ہے کہ ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔ ''فاخذناه وجنوده فنبذناهم فی الیم (القصص:۴۰) '' اور اس کی نظیریں اور بھی قرآن کریم میں بکثرت ہیں تو کیا کسی مسلمان کو اس کی گنجائش ہے کہ وہ قوم فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ اور قصہ کا ہی انکار کر دے اور

دلیل مرزا قادیانی کی پیش کرے کہ چونکہ واقعہ میں اختلاف ہے۔ کہیں کوئی چیز بیان سے چھوٹ گئی ہے اور کہیں دوسری جگہ کوئی اور چیز رہ گئی ہے۔ مگر حاشا وکلا کہ کسی مسلمان کے دل پر اس اختلاف کا کچھ بھی اثر ہو۔ ادنیٰ تأمل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ شارع کو واقعات نگاری اور کہانی بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا کہ جب بیان کی جائے پوری بیان کی جائے۔ بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک مقصود خاص پیش نظر ہوتا ہے۔ پھر متعدد بیانوں سے پورا قصہ بھی معلوم ہوجایا کرتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں متعدد اور متفرق امور مربوط اور مرتب کئے جاسکتے ہیں۔ معراج میں بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت سے چھت کھول کر حضرتؐ کے مکان میں فرشتوں کو اتارا ہو اور پھر چھت کو ملا دیا ہو۔ جس سے ظاہر ایک مصلحت یہ بھی ہو کہ اجسام کے خرق والتیام کا پہلے ہی سے حضرتؐ کو مشاہدہ ہوجائے اور شق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمانوں کے خرق والتیام کا استبعاد بھی جاتا رہے۔ کیا یہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرتؐ کو گھر سے اٹھا کر مسجد میں اس غرض سے لایا ہو کہ معراج کی ابتداء اس متبرک مقام سے ہو اور رات کا وقت ہونے کی وجہ سے حضرتؐ پر غنودگی طاری ہوگئی ہو اور پھر وقت مقرر پر آپؐ کو بیدار کر کے جہاں تک منظور تھا لے جایا گیا ہو اور قبل بعثت کے الفاظ شریک راوی کے علاوہ اور کسی نے پیش نہیں کئے اور جمہور نے ان کی تغلیط بیان کر دی ہے اور اس کے قرائن بھی موجود ہیں کہ قبل ہجرت کے جملہ کو راوی نے غلطی سے قبل بعثت سے تعبیر کر دیا ہے۔ باقی خواب اور بیداری کا واقعہ بھی بڑی آسانی سے طے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی معراج سے قبل آپ کو بذریعہ خواب سارا واقعہ بتلا دیا ہو۔ جیسے ہجرت سے پہلے خواب میں مقام ہجرت بتلایا گیا کہ وہاں کثرت سے درخت ہوں گے۔ (بخاری ج۱ ص۵۵۱، باب ہجرت النبی ﷺ) یا جیسے حضرت عائشہؓ کے ساتھ نکاح سے پہلے ہی ان کے ساتھ نکاح کا تعلق بذریعہ خواب بتلایا گیا۔ (مشکوٰۃ ص۵۷۳، باب مناقب ازواج النبی ﷺ)

اسی طرح یہاں بھی ممکن ہے اور شیخ ابن عربیؒ کی عبارت سے یہ مسئلہ اور بھی واضح ہوجائے گا جو عنقریب بیان ہوگی۔ الغرض مرزا قادیانی کا یہ اعتراض بالکل قابل التفات نہیں اور علمی میدان میں اس کی حیثیت پر کاہ کی بھی نہیں ہے۔

خزاں نہ تھی چمنستان دھر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار ہوا

واقعہ معراج پر مرزا قادیانی کا دوسرا اعتراض

کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔"مافقدت جسد رسول اللہ ﷺ" کہ میں نے معراج کی رات آنحضرت ﷺ کے جسم کو مفقود نہیں پایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معراج جسمانی نہ تھی بلکہ روحانی تھی۔

جواب...... یہ روایت چند وجوہ سے مردود ہے۔

اوّل...... اس کی سند کا مرکزی راوی محمد بن اسحاق ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۱۴۲، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱۴) امام دار قطنیؒ کہتے ہیں۔ اس سے احتجاج صحیح نہیں۔ سلیمان تیمیؒ کہتے تھے کہ وہ کذاب تھا۔ ہشام بن عروہ بھی اس کو کذاب کہتے تھے۔ یحیٰی بن سعید فرماتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱) امام مالکؒ فرماتے تھے کہ وہ دجالوں میں کا ایک دجال تھا۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۱) علامہ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ جب وہ حلال اور حرام میں تنہا روایت پیش کرے تو حجت نہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۱۶۳، درایہ ص ۱۹۳) علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ وہ مجہول روات سے باطل روایات نقل کیا کرتا تھا۔

(تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۲۲۷)

دوم...... اس روایت میں محمد بن اسحاق یوں روایت کرتا ہے۔"حدثنی بعض آل ابی بکرؓ" کہ خاندان ابوبکر سے مجھ سے کسی نے روایت بیان کی۔ معلوم نہیں کہ وہ بعض کون اور کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف؟ متقی تھے یا فاسق۔ تو اس روایت میں مجہول راوی بھی محمد بن اسحاق کے ساتھ مل گئے اور علامہ خطیبؒ کا ارشاد صحیح ہوا کہ وہ مجہول روات سے مجہول روایات نقل کرتا تھا۔

سوم...... حضرت عائشہؓ کی طرف جو"ما فقدت" وغیرہ کے الفاظ منسوب کئے جاتے ہیں وہ غلط ہیں۔ کیونکہ معراج کے وقت حضرت عائشہؓ کا آنحضرت ﷺ سے عقد نہیں ہوا تھا۔ بلکہ کیا بعید ہے کہ ان کی ولادت بھی نہ ہوئی ہو۔ (شفا قاضی عیاضؒ ص ۸۹)

چہارم...... اس مذکورہ حدیث کی محدثین تضعیف کرتے ہیں۔ قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ (شفا ص ۸۹) اسی طرح علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۷) علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے اور ابن دحیہؒ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے۔ کسی نے صحیح حدیث رد کرنے کی غرض سے اسے بنایا ہے۔ (بحوالہ شرح مواہب ج ۶ ص ۴)

پنجم...... پہلے بحوالہ مستدرک حضرت عائشہؓ کی حدیث گذر چکی ہے اور بحوالہ مسلم وغیرہ بھی گذر چکی ہے کہ ان کا اکثر دیگر صحابہ کرامؓ کے ساتھ معراج کی رات رؤیت خداوندی میں جھگڑا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ آپ نے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ بلکہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپ نے حضرت جبرائیل کو اصل شکل میں دیکھا تھا۔ تو ان صحابہ کرامؓ سے رویت جسمانی اور باطنی کا جھگڑا اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے جب کہ معراج جسمانی ثابت ہو۔
(شفا قاضی عیاض ص ۸۹)

واقعہ معراج پر مرزا قادیانی وغیرہ کا تیسرا اعتراض

کہ حضرت امیر معاویہؓ سے بھی معراج جسمانی کا انکار منقول ہے۔

جواب...... حضرت امیر معاویہؓ کی طرف بھی اس قول کی نسبت چند وجوہ سے باطل ہے۔

اوّل...... اس روایت کی سند میں وہی محمد بن اسحاق ہے۔ جس پر جرح ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

دوم...... محمد بن اسحاق اس روایت کو یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ (التوفی ۹۱ھ) کے طریق سے بیان کرتا ہے اور وہ حضرت معاویہؓ (التوفی ۶۰ھ) سے، حالانکہ یعقوب مذکور کو صحابہ کرامؓ میں سے صرف حضرت سائب بن یزید (التوفی ۹۱ھ) کی رویت نصیب ہوئی ہے۔ (تقریب ص ۱۳۸، تہذیب ج ۱۱ ص ۳۹۲) تو یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں منقطع ہے۔

سوم...... حضرت امیر معاویہؓ سے جو الفاظ منقول ہیں۔ وہ یہ ہیں: ''قال کانت رؤیا من اللّٰہ صادقۃ (ابن کثیر ج۵ ص۱٤۲، البدایہ والنہایہ ج۳ ص۱۱٤) ''معراج اللہ کی طرف سے سچا دکھاوا تھا۔ لفظ رؤیا سے یہ کیونکر سمجھ لیا گیا کہ یہ روحانی کے انکار پر نص قطعی بھی نہیں۔ بلکہ اگر غور اور انصاف سے کام لیا جائے تو معراج جسمانی کے مؤید ہیں۔

واقعہ معراج پر مرزا قادیانی وغیرہ کا چوتھا اعتراض

کہ امام حسن بصریؒ معراج جسمانی کے منکر تھے۔

جواب...... ہم بحوالہ شفا قاضی عیاضؒ جمہور کے مذہب میں حسن بصریؒ کا مذہب بھی نقل کر چکے ہیں کہ وہ بھی معراج جسمانی کے قائل تھے۔

واقعہ معراج پر پانچواں اعتراض

کہ شیخ محی الدین ابن عربی معراج جسمانی کے منکر تھے۔

جواب...... شیخ صاحب معراج جسمانی کے قائل تھے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''ان الاسراء کان بجسده ﷺ (فتوحات مکیه باب ۳۱٤) ''کہ معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوئی۔ بلکہ وہ تو لکھتے ہیں کہ معراج چونتیس بار واقع ہوئی۔ ''واحدة بجسده والباقی بروحه (افادة الافهام بحواله روح البیان ج۲ ص۲۲٤) ''ایک دفعہ جسم سے اور باقی روح کے ساتھ۔

واقعہ معراج پر چھٹا اعتراض

کہ: ''بعض ازواج مطہرات وکثیر من الصحابہ کہتے تھے کہ آپ کا جسم بستر سے غائب نہیں ہوا تھا۔'' (حمامۃ البشریٰ ص۳۴، خزائن ج۷ ص۲۱۹)

جواب...... ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہؓ کے قول کی حقیقت پڑھ چکے ہیں۔ باقی کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح معراج جسمانی کے انکار پر ایک بھی روایت پیش نہیں کی جاسکتی۔ تمام مرزائی طبع آزمائی کر دیکھیں۔ یہ میدان بڑا وسیع ہے۔ ''فهل من مبارز''

اور حضرت عائشہؓ کے علاوہ باقرار مرزا قادیانی تقریباً تمام صحابہؓ کا مذہب اور عقیدہ اور صدر اوّل کا اجماع پہلے گذر چکا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت کا بھی حال آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن پھر بھی مرزا قادیانی کثیر من الصحابہؓ بول کر ستم ظریفی کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ تو سب ان کے خلاف ہیں۔

وہ تھا صیاد نادانی سے جس کو باغباں سمجھے

واقعہ معراج پر ساتواں اعتراض

کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی معراج جسمانی کے منکر تھے۔

جواب...... حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ ''واسریٰ به الیٰ المسجد الاقصیٰ ثم الیٰ سدرة المنتهیٰ والیٰ ماشاء الله وکل ذالك بجسده ﷺ فی الیقظة لکن ذالك فی مؤطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامهما فظهر علی

الجسد احكام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجساداً ولذالك بان لکل واقعة من تلك الوقائع تعبیراً (حجة الله البالغه ج۲ ص ۵٦۰، باب نبی ﷺ کی عادات وخصائل)'' ﴿جناب نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک خدا نے چاہا سیر کرائی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا۔ لیکن یہ ایک ایسے مقام میں تھا جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے آثار ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسمیت قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔﴾

حضرت شاہ صاحب نے آنحضرت ﷺ کی حالت بیداری میں معراج جسمانی کا صاف طور پر اقرار واثبات کر کے آگے اپنے رنگ میں تین اور چیزیں حل فرمائی ہیں۔

۱...... کہ بھلائی اور برائی کا منبع روح ہے۔ جسم خاکی اس کے تابع ہے۔ جس کی روحانیت اعلیٰ درجہ کی ہو۔ اس کے جسم پر روح کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور ملا اعلیٰ کے ساتھ اس کو خاص نسبت ہوتی ہے اور آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی کی روحانیت اعلیٰ نہیں ہوسکتی اور ارواح کا عالم بالا کی طرف جانا عقل اور نقل سے ثابت ہے۔ گویا آپ کا خاکی بدن مبارک روح کے مقابلہ میں مغلوب تھا اور اس جسم پر بھی روح کے آثار طاری تھے۔ لہٰذا سراپا روحانیت کے مجسمہ کا جسم مبارک کے ساتھ آسمانوں پر جانا کیوں صحیح نہیں ہے؟ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت میں ''فظهر علیٰ الجسد احکام الروح '' کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ علامہ الطیبی الحنفیؒ المتوفی ۷۴۳ھ بھی ارواح کے کمال پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں کہ:''والرابع التی حصل لها کمال القوتین وهذه غایة الارواح البشریة وهی الانبیاء والصدیقین فلما ازداد قوة ارواحهم ازداد ارتفاع ابدانهم عن الارض ولهٰذا کان الانبیاء صلوات الله علیهم قویت لهم هذه الارواح عرج بهم الیٰ السماء واکملهم قوة نبینا صلوات الله وسلامه علیه فعرج به الیٰ قاب قوسین وادنیٰ (طیبی شرح مکشوٰة ج٤ ص٣٨٦ قلمی)'' ﴿چوتھی قسم ان ارواح کی ہے۔ جن کو قوت علمی اور عملی دونوں میں کمال حاصل ہو اور یہ بشری ارواح کا انتہائی کمال ہے اور یہ انبیاء کرام اور صدیقین کی ارواح ہیں۔ کیونکہ جب ان کی قوت روحانی غالب آ گئی تو ان کے ابدان واجسام میں زمین سے مرتفع

ہونے کی طاقت بھی بڑھ گئی اور یہی وجہ ہے کہ جب انبیاء کرام کی روحانیت غالب آ گئی تو ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا اور آنحضرت ﷺ کی قوت روحانی، جب ان سب سے زیادہ تھی تو آپ کو قاب قوسین یا اس سے بھی قریب تر مقام تک اٹھایا گیا۔﴾

علامہ طیبیؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے علاوہ بھی متعدد علماء کرام نے اس مسئلہ پر مبسوط بحث کی ہے۔ مگر ہمارا مقصد اپنے دعویٰ کو مبرہن کرنا ہے۔ تمام دلائل کا استیعاب ہمارا مقصود نہیں ہے۔

۲...... اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے۔ بعض یہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی جو ملاقات دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہوئی اور نیز آپ نے ان کو جو نماز پڑھائی تو یہ ملاقات وغیرہ ان کے ابدان اور اجسام مبارکہ کے ساتھ ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی ارواح طیبہ نے ان کی صورتیں اور شکلیں اختیار کر لی تھیں اور ارواح پر اجسام کی جملہ کیفیات اور حالات طاری ہو گئے تھے۔

چنانچہ علامہ آلوسی الحنفیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ: ”وهل صلى بارواحهم اوبها الاجساد فيه خلاف (روح المعانی ج۱۵ ص۱۲)“ ﴿کیا آپ نے انبیاء کی ارواح کو نماز پڑھائی تھی یا ان کے اجساد کو؟ اس میں اختلاف ہے۔﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ)، علامہ بدرالدین عینیؒ (المتوفی ۸۵۵ھ) اور خطیب قسطلانیؒ (المتوفی ۹۴۳ھ) اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”واللفظ للاول بان ارواحهم تشكلت بصور اجسادهم او حضرت اجسادهم ملاقاة النبی ﷺ تلك الليلة تشريفًا وتكريماً ويؤيده حديث عبدالرحمن بن هاشم عن انسؓ ففيه وابعث له آدم فمن دونه من الانبياء فامهم (فتح الباری ج۷ ص۱۶۲، عمدة القاری ج۸ ص۸۶، ارشاد الساری ج۶ ص۱۶۷)“ ﴿ان کی ارواح ان کے جسموں کی صورت میں متشکل ہو گئی تھیں۔ یا ان کے اجساد کو اس رات آنحضرت ﷺ کے شرف ملاقات اور تکریم کے لئے کھڑا کر دیا گیا تھا اور اس قول کی تائید حضرت عبدالرحمٰن بن ہاشم کی روایت سے ہوتی ہے جو حضرت انسؓ سے (مرفوعاً) مروی ہے۔ جس میں یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو (اجساد کے ساتھ) کھڑا کیا گیا تھا۔ جن کو آپ نے امامت کروائی۔﴾

اکابرین علماء دیوبند میں سے حضرت مولانا شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ) نے حافظ صاحبؒ کی مذکورہ عبارت نقل کر کے اس سے استدلال واحتجاج کیا ہے۔
(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۵)

اور علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو ''فاذا بآدم علیه السلام لقاء الانبیاء اما للارواح فی غیر عیسیٰ علیه السلام او لقاء الاجساد (مجمع البحار ج ۱ ص ۲۱)'' ﴿حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ کی یہ ملاقات یا تو ان کی ارواح سے ہوئی۔ بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ کیونکہ وہ تو بنفس نفیس زندہ ہیں اور یا ان کے اجسام واجساد کے ساتھ ملاقات ہوئی۔﴾

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) حدیث معراج میں لفظ ''فامتهم'' کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''پس امامت کردم من انبیاء را و ایں امامت بہ انبیاء در بیت المقدس بود۔ بعد ازاں ایشاں را بر آسمان بردند یا ارواح ایشاں را در آسماں متمثل و متشکل ساختند مگر عیسیٰ و ادریس علیہما السلام کہ بر آسمان اند۔ واللہ تعالیٰ اعلم!'' (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹۵)

اور مولانا نواب قطب الدین خانؒ (المتوفی ۱۲۷۹ھ) لکھتے ہیں کہ پس احتمال رکھتا ہے کہ ان کی ارواحوں کے پڑھی۔ کیونکہ اوپر گذر ہی چکا ہے کہ انبیاء زندہ ہیں۔ اپنے پروردگار کے پاس اور اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ زمین پر یہ کہ کھائے ان کے گوشتوں کو پھر بدن ان کے مانند اور ارواحوں کے لطیف ہیں نہ کثیف۔ پس نہیں ہے مانع ان کے ظہور کے لئے عالم ملک وملکوت میں بوجہ کمال قدرت ذوالجلال سے۔ (مظاہر حق ج ۴ ص ۴۹۳)

اور یہ نماز حسب تصریح علامہ سراج الدین الحنفیؒ (المتوفی فی حدود ۷۰۰ھ) نفلی نماز تھی۔ (فتاویٰ سراجیہ ص ۴۲) اور اس میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) رقمطراز ہیں کہ: ''ولهذا جمعوا له هناك كلهم فامهم (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲)'' ﴿سب کے سب انبیاء کرام علیہم السلام وہاں آپ کے لئے جمع ہوئے تھے اور آپ نے ان کو امامت کرائی تھی۔﴾

اور بظاہر حضرت شاہ صاحبؒ بھی اسی کے قائل معلوم ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی معراج کی رات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح سے ملاقات ہوئی تھی جو ان کے اجساد

اور ابدان طیبہ کی صورت میں متمثل اور متشکل ہو کر آپ کے سامنے پیش ہوئی تھیں اور ان کے اس ارشاد ”وتمثل الروح...... اجساداً“ کا یہی مطلب ہے۔ مگر جمہور علماء کا مختار قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ملاقات اور تکلم و گفتگو وغیرہ ان کے ابدان اور اجساد طیبہ سے ہوئی تھی۔ چنانچہ تیسیر القاری شرح البخاری میں ہے کہ: ”پوشیدہ نماند کہ دیدن آنحضرت ﷺ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم وتکلم آنہا۔ چنانچہ درحدیث مذکور بوضوح پیوستہ ناظر دراں ہست کہ باشخاص واجساد دیدہ وقول مختار وجمہور ہمیں است۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد از موت زندہ اندبحیات دنیوی “(یعنی ادراک وشعور اور سماع صلوٰۃ وسلام وغیرہ میں نہ کہ کل احکام دنیویہ میں کمافی الروح المعانی ج ۲۲ ص ۳۶، شفاء السقام ص ۱۵۴، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری ج ۳ ص ۲۶۲، باب ذکر ادریس وقولہ تعالیٰ ورفعناہ مکاناً علیاً)

۳...... آنحضرت ﷺ کے سامنے بیت المعمور کے پاس جو دودھ شراب اور شہد وغیرہ پیش کیا گیا تھا تو کیا ان سے بھی یہی ظاہری اور حسی چیزیں مراد تھیں؟ یا ان کی کوئی تعبیر تھی؟ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آپ نے دودھ لیا تو ارشاد ہوا کہ آپ نے فطرت کو قبول کر لیا ہے۔ آپ بھی فطرت پر ہیں اور آپ کی امت بھی فطرت پر ہے۔

(متفق علیہ مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۲۷)

اگر بالفرض آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت خواہشات نفسانی میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جاتی۔ ”کما اخرجہ ابن کثیر فی تفسیرہ ج ۳ ص ۱۰“ گویا دودھ اور شہد وغیرہ سے فطرت اور شراب سے خواہشات مراد تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس قول کا کہ ”وتمثل المعانی الروحیۃ اجساداً“ یہی مطلب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وہو اعلم بمراد عبادہ۔

بعض لوگوں کو یہ مغالطہ ہے کہ حافظ ابن القیم بھی معراج جسمانی کے منکر تھے۔ مگر یہ ان لوگوں کا صریح بہتان اور خالص افتراء ہے۔ کیونکہ حافظ ابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ: ”ثم اسرای برسول اللہ ﷺ بجسدہ علی الصحیح من المسجد الحرام الیٰ بیت المقدس راکباً علی البراق صحبۃ جبرائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام

فنزل هناك فصلى بالانبياء اماماً الیٰ ان قال ثم عرج به تلك الليلة من بيت المقدس الیٰ السماء الدنيا (زاد المعاد ج۲ ص۴۷)'' ﴿پھر صحیح قول کے مطابق جسم مبارک کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام سے بیت المقدس تک براق پر سوار کر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں لے جایا گیا۔ آپ وہاں اترے اور امام بن کر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی۔ (پھر فرمایا کہ) پھر آپ کو اسی ہی رات بیت المقدس سے آسمان دنیا تک (اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا) لے جایا گیا۔﴾

حافظ قیمؒ کی اتنی واضح اور صریح عبارت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی مغالطہ میں مبتلا ہو تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟۔

الغرض نہ تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ معراج جسمانی کے منکر ہیں اور نہ حافظ ابن القیمؒ اور نہ کوئی اور عالم۔ بلکہ معراج جسمانی کے انکار پر کسی متدین اور خدا ترس عالم کا کوئی معتبر اور صحیح قول پیش ہی نہیں کیا جا سکتا اور معراج جسمانی کے خلاف کوئی قوی شبہ بھی موجود نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس پر کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود ہو۔

رہے وہ حضرات جن کے نزدیک معجزات و کرامات ہی محض داستانیں ہیں یا وہ نری وہم پرستی ہے یا وہ ترقی سے مانع ہیں یا مذہب ہی سے ان کا انکار ہے یا تمام عقائد حقہ سے وہ انکار کرتے ہیں تو ان لوگوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ دوسرے جہاں ہی میں ہو سکتا ہے اور ایسے لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں اور صرف موجود ہی نہیں بلکہ ان کو لوگ ادیب، مفکر اور خادم اسلام بھی تصور کرتے ہیں۔

چنانچہ نیاز صاحب فتح پوری لکھتے ہیں کہ: ''سب سے بڑی واہمہ پرستی جو سرچشمہ ہے اور بہت سے اوہام کا معجزہ کا اعتقاد ہے۔'' (من دیزدان حصہ اوّل ص۴۹۱)

نیز لکھتے ہیں کہ: ''بعض لوگ کہتے ہیں کہ معتقدات مذہبی سے ہم کو کیا نقصان پہنچتا ہے۔ اگر ہم دوزخ و جنت، حور و قصور، جن و ملک، معجزہ و خرق عادات وغیرہ پر عقیدہ رکھتے ہیں تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ جب کہ ان عقائد کا مقصود بھی اصلاح عقائد ہے۔ بظاہر یہ بات قرین عقل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن فی الحقیقت ان عقائد کے نقصانات حد درجہ مہلک ہیں۔ یہ معتقدات

چونکہ یکسر روایات پر مبنی ہیں اور عقل و درایت کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے ان کو صحیح سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا ذہن حقائق کی جستجو سے منحرف ہو جاتا ہے۔"

(من دیزدان حصہ اوّل ص ۴۹۳، ۴۹۴)

نیز تحریر کرتے ہیں کہ: "خدا کا وجود فی نفسہ نہ خلاف عقل ہے نہ مضرت رساں۔ لیکن ہمارا نفع و ضرر اس کے تصور کی نوعیت سے ضرور متعلق ہو جاتا ہے۔ اگر ہم خدا کو ایک ایسی قوت مان لیں جو کائنات کے نظام تخلیق و ارتقاء میں کارفرما ہے تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر ہم اس کا تصور ایک دنیاوی بادشاہ کی طرح کریں کہ وہ کسی سے خوش ہو کر نہال کر دیتا ہے اور کسی پر غضبناک ہو کر تباہ۔ تو بیشک یہ تصور غلط مضرت رساں اور مانع ترقی ہو گا۔ ہر چند خدا کے اس جدید تصور سے انبیاء و رسل، صحف مقدسہ حیات بعد الموت، دوزخ و جنت، ملائکہ و شیاطین، حشر و نشر، عذاب و ثواب، ختم ہو جائیں گے یا ان کی کوئی عقلی توجیہہ و تاویل کرنا ہو گی۔ لیکن اس کا کوئی علاج نہیں۔ ہم ان مروجہ عقائد اور خدا دونوں میں سے ایک کو لینا ہے اور غالباً یہ زیادہ آسان ہو گا کہ خدا کے مقابلہ میں ان معتقدات کو پس پشت ڈال دیا جائے اور بقائے مذہب کی ہلکی سی ہلکی جو صورت ہو سکتی ہے اس پر قناعت کی جائے۔ میں اس سے قبل بھی بارہا لکھ چکا ہوں اور اب پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ جب تک مذہب کا وجود باقی ہے دنیا کا امن و سکون خطرہ میں ہے۔"

(من دیزدان حصہ اوّل ص ۴۹۴، ۴۹۵)

اور معجزات حضرت مسیح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ: "معجزے کبھی ظاہر ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ یہ سب داستانیں ہیں جو صدیوں بعد گھڑی گئیں۔"

(من دیزدان حصہ اوّل ص ۴۰)

اور ان معجزات کو تسلیم کرنے والوں پر یوں برستے ہیں کہ: "اس جماعت (علماء اسلام) نے ہمیشہ عقل و علم سے دشمنی کی، ذہن انسانی کو اس نے ہمیشہ کند رکھنا چاہا اور اس نے علم و یقین کا ماخذ ہمیشہ غیر فطری کرامات اور معجزات کو قرار دیا۔" (من دیزدان حصہ اوّل ص ۴۶۴)

جن لوگوں کے انکار اور نظریات یہ ہوں۔ یہ لوگ اگر معراج جسمانی، شق القمر، حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے نزول وغیرہ کے منکر ہوں تو یہ بات ان لوگوں سے کوئی انوکھی اور نرالی نہیں ہے۔ ان کو تو خیر سے ایسے اسلام کی ضرورت ہے۔ جس کی صورت ہلکی سی ہلکی ہو۔ جس پر

وہ قناعت کر سکیں اور ان کے باطل نظریہ کے پیش نظر اس مہذب و متمدن دنیا کو کبھی چین، سکھ اور آرام نصیب نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ مذہب کا وجود باقی ہے۔ کیونکہ مذہب ہر باہوش اور عقلمند انسان کو اس امر کی دعوت دیتا ہے کہ اس کا کوئی خالق و مالک اور کوئی رب و آقا ہے۔ جس نے اس پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں۔ تا کہ ان کی وساطت سے وہ اپنے پروردگار سے تعلق استوار رکھ سکے اور حیوانوں کی طرح غیر مقید اور من مانی زندگی نہ گذار دے۔ بلکہ اپنے شرف انسانی کو ملحوظ رکھ کر وہ اپنے پروردگار حقیقی کے سامنے قولی اور فعلی، بدنی اور مالی ہر قسم کی عبادت سے حق عبدیت ادا کرے اور یہ پابندی کی زندگی یا پابندی کی عبادات اور عقائد ملحدین کو گوارا نہیں ہیں۔ اس لئے وہ اس کا ربقہ بھی اپنی گردن میں چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ مگر چونکہ وہ رسمی طور پر مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے اسلام سے بالکل خارج ہو جانا بھی وہ مصلحتاً پسند نہیں کرتے۔ ان کو تو صرف نام کا اسلام درکار ہے نہ کہ کام کا۔ کیا خوب؟

صبر خود داری دلیری حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا اک نام اور مسلمان ہو گئے

یہ لوگ اس کے عادی ہو چکے ہیں کہ ہر بات کو اپنی نارسا عقل کی زنجیروں میں جکڑنا چاہتے ہیں اور معجزات و کرامات کے تصور سے کچھ ایسے خائف اور ہراساں ہیں اور وہ ان سے کچھ ایسے بدکتے ہیں۔ جس طرح شیر کی جنگاڑ اور آواز سے گدھے بدکتے اور بھاگتے ہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد حق ہے۔ ''كانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة '' ان دانشوروں سے یہ پوچھنا چاہئے کہ کیا تمہاری عقل و خرد جناب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ اور ائمہ دینؒ سے بڑھ کر ہے۔ جن میں حضرت امام غزالیؒ، امام رازیؒ اور ابن رشدؒ جیسے فلسفی اور منطقی بھی گذرے ہیں۔ ان پر ان امور کا استحالہ ثابت نہ ہوسکا اور انہوں نے بایں ہمہ وسعت معلومات اور اعلیٰ درجہ کے فلسفی ہونے کے تمام معجزات و کرامات کا وجود ثابت کیا اور عقلی اور نقلی دلائل سے ان کو مبرہن اور مدلل کیا اور آج ان لوگوں پر ان کا محال ہونا روشن اور واضح ہو گیا؟ کیسے تسلیم اور باور کرلیا جائے کہ وہ بلا قیل وقال ان کو تسلیم کرلیں اور آج اس دور الحاد و زندقہ میں ان کا انکار ہو؟ حالانکہ موجودہ سائنس کی ترقی نے پہلے سے کہیں بڑھ کر شہرت حاصل کی ہے اور جو امور پہلے سمجھ سے بالاتر تھے وہ اب مزید روشن ہوتے چلے جا رہے ہیں اور لوگوں کے شکوک و شبہات مبدل بہ یقین ہوتے نظر آرہے ہیں۔ باقی نہ ماننے والے پرویز صاحب ہوں یا نیاز صاحب۔ محمد علی لاہوری ہوں یا غلام احمد قادیانی۔ سرسید صاحب علی گڑھی ہوں یا عبداللہ صاحب چکڑالی۔ کوئی بھی ہو۔ ان

کی بات کی خداتعالیٰ اور اس کے رسول برحق کی قطعی اقوال اور صریح نصوص کے مقابلہ میں کیا وقعت اور حیثیت ہے؟ نعوذ باللہ منه!

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ محل ایمان عقل نہیں دل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ''وقلبه مطمئن بالایمان'' اور یقین کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ: ''لایزول بزوال المشك'' کہ شک میں مبتلا کرنا چاہیں۔ مگر مؤمن کے دل میں ادنیٰ برابر شک اور شبہ بھی پیدا نہ ہو وہ اس کا متلاشی اور متمنی نہ ہو کہ دنیائے یورپ اس بارے میں کیا کہتی اور کیا بتلاتی ہے؟ اور کیا سائنس اس کی تائید کرتی ہے یا تردید؟ مؤمن کو ان تمام امور سے بے خطر اور بے نیاز ہو کر اپنے رب ذوالمنن کے بتلائے ہوئے عقائد پر قائم اور دائم رہنا چاہئے اور ہر وقت اسی کی فکر میں ہو کہ کہیں کوئی ڈاکو میرے متاع ایمانی پر ڈاکہ نہ ڈال لے اور اس راستہ میں ہر قدم پر اور ہر منزل میں چوکنا ہو کر رہے کہ اور اس سلسلہ میں پیش ہونے والی تمام مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور وہی سبق دہرائے جو اسلاف کی پاک زبانوں سے اس موقع پر جاری رہا ہے کہ۔

فلست ابالی حین اقتل مسلماً
علیٰ ای شق کان فی اللہ مصرعی

پھر کیا ہی مبارک اور سعادت مند ہیں وہ حضرات جو اس دنیائے دنی کی مکاریوں اور چالبازیوں سے الگ رہ کر اپنی آخرت کی ابدی اور پائیدار زندگی بنانے اور اپنے آقائے حقیقی کو راضی کرنے کی تڑپ اور جذبہ اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں اور درحقیقت زندگی ہی وہی زندگی ہے۔ یہ ناپائیدار اور فانی زندگی نرا دھوکہ ہے۔ ''ان الدار الاخرة لهی الحیوان'' باقی رہی یہ زندگی تو اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ۔

دو کروٹیں ہیں عالم غفلت میں خواب کی

دعاء کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی حق اور صحیح عقیدہ پر قائم اور دائم رکھے۔ آمین ثم آمین!

''وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد خاتم الانبیاء وعلیٰ اله واصحابه وازواجه وجمیع امته الیٰ یوم الدین''

احقر: ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر خطیب جامع گکھڑ
وصدر: مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مورخہ ۲۱/ جمادی الاخر ۱۳۷۹ھ، ۲۲/ دسمبر ۱۹۵۹ء